سوانح حضرت حُر علیہ السلام

ابتدائیہ : زبدۃ العلماسید آغا مہدی لکھنوی

مُصنّف : مُحقّقِ عصر مولانا سیّد نجم الحسن قبلہ عابدی

قائدنا ذاک الخمینی عظیم الشان

الہنا احفظہ لنا بحرمۃ القرآن

ظلمت سے نور کی طرف کیوں کر آتے ہیں، ہراول فوج حسینیؑ کی آمد اور جہاد

سوانح حیات

جناب حُر علیہ السلام

طبع دوئم مع اضافات

مصنّف

محققِ عصر مولانا سیّد نجم الحسن صاحب قبلہ عابدی مرحوم فیض آبادی

ابتدائیہ

زبدۃ العلما سیّد آغا مہدی لکھنوی

ناشر

رحمت اللہ بُک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

ہدیہ:

سبیلِ سکینہؑ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-C1

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	ماشاءاللہ	۳	۱۸	عروہ بن کبوشں	۲۹
۲	مختصر حال سید نجم الحسن عابدی	۵	۱۹	روضہ	۲۹
۳	مفتی ظہور حسین بدایونی کا ارشاد	۷	۲۰	روضۂ مبارکہ اور شاہان اودھ	۳۰
۴	عرض ناشر	۸	۲۱	دور دراز مقام پر دفن ہونے کا راز	۳۲
۵	ابتدائیہ	۱۰	۲۲	شہید کے پسماندگان	۳۳
۶	سیرتِ حُرؑ کا کامل رُخ	۱۳	۲۳	مصادر	۳۹
۷	مقدمہ توبہ	۱۴	۲۴	باب المراثی	۳۹
۸	فائدہ	۱۵	۲۵	الحر بن یزید الریاحی	۴۵
۹	مقدمہ حکومتِ جابر میں منصب	۱۷	۲۶	حُرؑ کا خاندان اور ذاتی شخصیت	۴۵
۱۰	مقدمہ مہمان	۱۸	۲۷	حُرؑ کی ولادت کے سلسلے میں	۴۹
۱۱	مقدمہ فسخِ عزم	۱۹	۲۸	حُرؑ کے امام حسینؑ کے ساتھ جانثاری حالات	۴۹
۱۲	مقدمہ بہشت	۲۰	۲۹	حُرؑ کی آنکھ اب کھلی	۵۴
۱۳	خاندان اور قبیلہ	۲۲	۳۰	لطیفہ	۶۲
۱۴	خصوصیات ذاتی	۲۳	۳۱	روزِ عاشورہ اور حُرؑ	۶۶
۱۵	تیری سال تیرے ماتم میں بیٹھے کہنے کا راز	۲۷	۳۲	تبصرہ منجانب مضمون نگار	۶۷
۱۶	علی بن حُرؑ	۲۸	۳۳	حُرؑ کی شجاعت	۷۶
۱۷	منصب	۲۸	۳۴	حُرؑ کا ماتم اور مرثیہ	۷۹

اپنے بچوں کیلئے scan کیا
سید نوزر عباس

آج سے پون صدی پہلے اس نظریہ کے تحت کام شروع ہوا تھا کہ شہدائے کربلا میں جس شہید کی لائف پر قلم اٹھانا دشوار گذار ہو اس کی تشکیل کے بعد آگے بڑھا جائے چنانچہ شاہزادہ علی اصغر کی کتاب سے زبدۃ العلماء نے اپنے جد امجد کے مکان واقع اندرون باغ ممتاز العلماء عقب مسجد تحسین لکھنؤ سے ابتداء کی اور اصحاب امام مظلوم میں مشاہیر شہداء کے ساتھ بیشہ شجاعت کے شیر جناب عابس شاکریؓ اور جناب یزید بن زیاد کندیؓ ایسے افراد کو متقدم کیا گیا جن سے عوام واقف نہ تھے اور محرم ۱۳۵۲ھ میں اسی اسلوب سے حضرت حرؑ کا حال بھی "الواعظ" کے صفحات میں درج ہوا جو موصوف مدظلہ کے قائم کئے ہوئے حدود تھے مگر یہ ذخیرہ کتابی صورت میں آنے نہیں پایا۔ الحسینؑ اور اس کے ضمیمات سے فارغ ہوتے ہوئے کربلا والوں پر ۱۹ کتابوں میں (علاوہ دیگر تصنیفات کے) وہ عمر طبعی تک پہنچے۔ بیماریوں نے گھیرا آنکھوں کی روشنی ختم ہونا شروع ہوئی۔ خاموشی کے لمحات میں سوچا کہ حضرت حرؑ کا رسالہ چھپتا جو حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب عابدی مرحوم مغفور کے زور قلم کا نتیجہ اور ایک تحقیقی ٹھوس مقالہ ہے اور مدیر "الواعظ" کا مرد تعاون ہے جواب ایک یادگار کی حیثیت رکھتا ہے اس مقالہ کو چھاپنے کا ارادہ ہوا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ نے پیش لفظ کے طور پر جو صفحات لکھے اس میں شک نہیں کہ وہ معلومات کا ایک خزانہ ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ آپ بستر مرض پر تھے بصارت جواب دینے والی تھی مجلس امامیہ پاکستان عیادت کے لئے آئے اور آپ نے ان کو دے کر بہترین تعاون کیا اور محترم کارکنان نے ۸۰ صفحات پر چھاپ کر شائع کیا لیکن باب المراثی

طباعت سے رہ گیا اور کتابت کے اغلاط نے بھی محترم کارکنان کو افسردہ کیا۔ کاش وہ اشعار واپس ملتے تو مصنف کو دوبارہ قلم اٹھانے کی زحمت نہ دی جاتی۔ یہ قدرت ایزدی ہے کہ وہ لاتعداد اہل ایمان کی دعاؤں سے انھیں خدمات میں سنبھلتے ہیں اور چھوٹا ہوا کام بلند ہمتی سے شروع ہوتا ہے اس عرصہ میں شافی مطلق نے آنکھوں کا نور پلٹایا اور ایفاء نذر کا معزز ہدیہ جس کا نام تاریخی بھی ہو سکتا ہے "نورِ نظر" زندگانی حضرت علی اکبرؑ چھپ کر تیار ہوئی اور پیکرِ علم مصنف نے چند دن کی مصروفیت کے بعد کچھ ضروری اضافات بھی کیے اور مجلس امامیہ کی اولین پیشکش کی ہم کو اجازت دی۔ اور ہم مجلس امامیہ رضویہ سوسائٹی کے علم دوست افراد کی وسعت خیال کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مکمل حالات حضرت حرؑ کے قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس سیرت کے مصنف علامہ عابدی مرحوم و مغفور ہی ہیں ان کی خدمت دین میں ایک حرف کا بھی اضافہ نہیں ہے صرف پیش لفظ نظر ثانی کے بعد ترتیب دیا گیا ہے اور جناب مصنف کا مختصر حال بھی ہونا اشد ضروری تھا وہ جمعیت خدام عزا کراچی کی مجلس علمیہ نے ترتیب دیا جو اصل شاہکار شروع ہونے سے پہلے آپ ملاحظہ کریں گے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

خادمِ قوم: اکبر بن حسن

۳ مارچ ۱۹۸۴ء

مختصر حالات

حضرت علامہ سید نجم الحسن عابدی مرحوم فیض آبادی

وفات ۱۹۷۶ء

بھارت میں علم و عمل کے چراغ بجھتے جاتے ہیں اور جدار مذہب میں وہ رخنہ ہے جو دور نہیں ہو سکتا۔ مقدس ترین عالم وطن فیض آباد' اقامت گاہ ریاست محمود آباد ضلع سیتاپور' نام نامی مولانا سید نجم الحسن عابدی جو تقویٰ و طہارت کے اوصاف پر مستزاد جید عالم' اہل قلم خطیب اور قادرالکلام تھے۔ پینتیس روپے ماہوار میں آغاز حیات ہوا۔ وہ پانچ روپے اپنی والدہ معظمہ کو دے کر تیس روپے میں زندگی بسر کرتے۔ عیال جب میکہ میں ہوں تو پچیس روپے ماہوار ہر ماہ میں بھیج کر صرف پانچ روپے کے آر دگندم پر گڑ کے ساتھ روٹی کھا کر بسر کرتے تھے۔ ہمیشہ دو جوڑے کپڑوں پر اکتفا کی۔ اس طرح اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ گارڈ بن کر ریلوے میں سروس کی ایک عرصے کے بعد کالونی اسکول میں فارسی ٹیچر ہوئے۔ تعلیم کے اوقات میں ذاتی ذکر کبھی زبان پر نہ آیا طلبہ کو دلنشین الفاظ میں درس دیتے تھے۔ انسپکٹر تعلیم سے ان کے غیر معمولی گراں گوش ہونے کی بعض حاسدوں نے شکایت کی۔ اُس نے طرز تعلیم دیکھ کر سب مدرسین پر ترجیح دی۔ سرکاری نوکری کا دور ختم ہونے پر ریاست کے قدرداں راجہ نے کتب خانہ سپرد کیا۔ وہ اس سے پہلے میدان قلم کے جہاد کے عادی ہو چکے تھے ملک کے طول و عرض میں ان کے شاگرد ستاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت سے مجالس پڑھیں اور عمر بھر خالص علمی اور واعظانہ تقریریں مع فضائل و مصائب لکھ کر

عظیم ذخیرہ چھوڑا جوان کے لائق فرزند کو باقی رکھنا چاہیئے۔ نامہ نگاران 'الواعظ' میں صرف وہ تھے جن کے مقالات پر ایک لفظ کی ترمیم و تنسیخ نہیں ہوئی۔ سیرت نگاری میں کمال لحقائق حق میں کسی سے کم نہ تھے وہ اپنے رہن سہن میں کبھی گوارہ نہ کرتے تھے کہ دوست ان کو نادار سمجھ کر خورد و نوش یا پوشش میں مدد پہنچائیں اگر خوش خوراک ہوتے محمود آباد کا دستر خوان کافی تھا راجہ صاحب مرحوم اپنے والد کے وقت کا وابستہ دامن سمجھ کر امداد میں ہچکچاتے تھے۔ عتبات عالیات کے قیام میں ان کا بوسیدہ لباس دیکھ کر شکستہ دل ہوئے اور مصاحبین نے یہ تدبیر کی جب حمام جائیں تو عراق کے غسل خانے میں ان کے بوسیدہ کپڑے غائب کر کے نیا لباس رکھ دیں وہ جب برآمد ہوئے لباسِ نو دیکھ کر حمامی سے اُلجھے لنگی باندھے برآمد ہوئے بصد دقت اس نے راز بتایا اور جسم تک نئے کپڑے پہنچے۔ العبد الصالح (سوانح حضرت عباسؑ) اور تذکرہ حضرت زینبؑ میں ان کے تحقیقات بڑے احترام سے موجود ہیں۔ مسجد تحسین چوک لکھنؤ کی نماز ظہرین میں اتوار کو ان کی شرکت شوق جماعت اور کردار کی بلندی کا اعلیٰ ثبوت ہے علم و عمل میں وہ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

وہ زندگی بھر دین اور علم دین اور امّت مسلمہ کی بے لوث اور خاموش خدمت انجام دیتے رہے ہر طبقہ اور ہر حلقہ میں یکساں محترم تھے ان کا فوٹو پاکستان کے کسی محرم نمبر میں شائع ہو چکا ہے آج وہ اپنی قلمی خدمات سے زندہ ہیں۔ تاریخ اسلام پر ان کا مقالہ جو لکھنؤ سے جمعیت خدام عزا کے آخری نشریہ مقبول عالم جنتری ۱۹۶۰ء میں چھپا تھا وہ تحقیقی صفحات ہیں جو اپنی آپ نظیر ہیں۔ آخری عمر میں مرحوم کا قیام ریاست محمود آباد کے محلہ خدا گنج میں تھا۔ اب صحیح معنوں میں خزانہ عامرہ الٰہی سے متنعم ہیں افرادِ ملت سورۂ فاتحہ سے روح کو شاد کریں اور ان کا طویل مقالہ پڑھیں جس کو اصل کتاب کا درجہ دیا گیا ہے۔

—— سید مختار حسین زیدی محمود آبادی

۷

سکینہ
جمادی الاول

ادبی رسالہ نوبہار کراچی میں

مفتی تہور حسین بدایونی مرحوم کا ارشاد

کتابوں کی اسنادیت پر فریقین کے اتحاد و یکجہتی کا مثالی مظاہرہ

مشہور عالم زبدۃ العلماء سید آغا مہدی صاحب لکھنوی بے شمار کتابوں کے مصنف جیّد عالم اور پُرجوش اثنا عشری مبلغ ہیں سخت تعجب اور حیرت و استعجاب کا محل ہے کہ مسلمانوں کے پاس شہدائے کربلا کی سیرت کتابی شکل میں نہیں ہے، حالانکہ مسلمانوں نے سیرت نگاری کو علمی اصولوں پر مرتب کر کے تاریخ نگاری میں نئے باب کا اضافہ کیا اصول روایت و درایت کو ترتیب دیا۔ اسماء الرجال کے دفتر مرتب کئے۔ مولانا کی ذات با برکات لائق تحسین و ستائش ہے کہ انھوں نے اس بارِ گراں کو اپنے کاندھوں پر اُٹھانے کی جرأت کی۔ مولانا نے تاریخ شاہزادۂ علی اصغرؑ، حالات عون بن علی اور سوانح زہیر ابن قین زیورِ طبع سے آراستہ کر چکے ہیں حبیب ابن مظاہر اسدی کی سوانح عمری جمعیت کا ۲۷واں شاہکار ہے ایسی عظیم المرتبت ہستی کی سوانح کوئی بزرگ ہی لکھتا۔ یہ شرف حضرت مولانا کو حاصل ہوا جو اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے زیرِ طبع ثانی پر سید کلب عباس صاحب ایڈوکیٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا تبصرہ بعنوان "شہدائے کربلا کی سوانح عمریاں اور ہماری مجالس" معرکہ کی چیز ہے جس کے سطور ذیل خصوصی توجہ اور التفات کے مستحق ہیں کاش بجائے پُر تکلف تبرک اور دیگر نمائشی کاموں کے جو ہماری مجالس میں ہوتے ہیں ہم اپنی مجالس کو اغیار کی شرکت کے قابل بنا کر ایسے رسالوں کو ان مجالس میں اہل ذوق کو

تقسیم کرا کے حسینی مشن کی تبلیغ کرتے ہوئے اور ان قابلِ قدر ہستیوں کو ان کا گرویدہ بناتے

آجکل ایّامِ عزا میں اگر اس طرف مومنین توجہ کریں تو بہت کچھ اشاعت ان برگزیدگانِ خدا کے حالات کی ہو سکتی ہے کیا یہ میری نحیف آواز قابلِ سماعت ہوگی ص۱۳

خان بہادر صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی۔ اگر یہ سلسلہ شروع کیا جائے تو ایک گرانقدر علمی کارنامہ ہوگا اور اہلِ علم کو تاریخ کے کچھ بیش قیمت گم گشتہ اوراق دستیاب ہو جائیں گے۔ بڑا کٹھن اور صبر آزما کام ہے شخص واحد پر اس سلسلہ پر تکیہ کرنا اور بالخصوص ایسے شخص پر جو پیرانہ سالی کی بنا پر بے حد ضعیف، کمزور، ناتواں ہو بڑی زیادتی ہوگی اس میں کلام نہیں کہ مولانا اپنے فضل و کمال کی بنا پر اسے بطریقِ احسن انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیا یہ نامناسب ہوگا کہ کوئی ادارہ اس کام کو اپنے ذمہ لے اور مولانا اس کی نگرانی فرمائیں ان تصانیف کی اور زیادہ مانگ ہوگی زیادہ مقبول ہوگی اور زیادہ سے زیادہ ان تصانیف سے استفادہ حاصل کیا جائے گا اگر ان میں اختلافی بحثیں نہ چھیڑی جائیں اختلافی مسائل کو نظر انداز کیا جائے اور متنازعہ فی حوالجات سے گریز کیا جائے یہ کام قدرے دشوار گزار اور صبر طلب ضرور ہے لیکن منفعت بخش زیادہ ہے اس لحاظ سے بھی کہ اس سے مقابلتہً کہیں زیادہ تبلیغ کا کام ہوگا اور لوگ کما حقہٗ ان ابطال عظیم کے کارناموں سے روشناس ہو سکے جن کے متعلق کچھ نہیں جانتے یا اگر جانتے ہیں تو برائے نام۔ اور ان کے ماخذ بھی بالعموم غیر مستند، ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں اثنا عشری حضرات کے لئے یہ کتاب نادر اور بیش بہا تحفہ ہے کسی بھی جماعتی کتب خانہ میں اس کا نہ ہونا متعجب ہے اور ایک علمی تاریخی اور تحقیقی کارنامہ سے واقفیت کا ثبوت ہوگا۔

عرضِ ناشر

آج نہ مفتی تہوّر حسین موجود ہیں جو اپنے فرقہ کے قائد تھے نہ خان بہادر صاحب زندہ ہیں جن کی تحریک کو سراہا اور عزاداری سے شغف کا مزید ثبوت دیتے ہوئے تبرک کی تقسیم میں جو لگن تھی اور اس

کی تصویر کھینچی جب حیثیت سے یہ الفت تھی اور شہدائے کربلا کی تعریف میں ان کی زبان قاصر تو وہ ہمارے بھائی تھے۔ یہ تعداد ۱۲ کتب تک خدا نے پہنچائی اور سربراہ ادارہ کی فعال ہستی ۱۹۲۶ء نے خود محسوس کیا تھا کہ تن تنہا یہ کام انجام نہیں پا سکتا، مولانا نجم الحسن صاحب فخر ملت کراروی سے حضرت عباسؑ پر کتاب لکھوائی اس وقت وہ اپنی طالب علمی کے مبارک دور میں تھے اور دوسرے فاضل مغربیات ذاکر حسین فاروقی اپنے تلمیذ خاص سے شاہزادہ علی اکبرؑ پر ان کی لائف کی تشکیل کی اور جس کتاب پر یہ ابتدائیہ پیش کر رہا ہوں وہ بھی اسی تجویز کے رکن فیض آباد کے روشن چراغ مولانا سید نجم الحسن صاحب عابدی مرحوم کا قلمی نقش ہے۔ زبدۃ العارف کے طویل اضافہ کے بعد اب یکجا ہو سکا ہے اور اس ٹھوس تحریر نے بتایا ہے کہ ظلمت سے نور کی طرف کیونکر آتے ہیں۔ یہ حضرات ایک ایک پیشکش کے بعد جو یقیناً ان کی صحیح یادگار رہے ان کے دیگر مشاغل نے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اور خان بہادر صاحب مرحوم کی تجویز بھی ادارہ کی طرف سے معمول یہ رہی۔ کانپور کے پر خلوص قومی راہنما مرزا مہدی رضا صاحب مرحوم کی رفیق حیات کی مجلس فاتحہ خوانی پر امام باڑہ سجادیہ میں تبرک قرار دے کر سوانح زیب النساء تقسیم ہو چکی ہے اور میری چھاپی ہوئی کتاب خیرات حسان کی ۱۰۰ جلدیں تبرک کی جگہ لاہور کی بارگاہ میں تقسیم کے لئے فخر ملت مصنف اعظم ابوالظفر مولوی محمد بخش صاحب قبلہ اسدی جعفری کے دفتر میں حال میں تشریف لانے پر حاضر کی گئیں اور عرب کا مقولہ یاد آیا۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ بڑے بوڑھے اپنی قوم میں خوردوں کے لئے نبی کے ایسے قابل تکریم ہوتے ہیں اس مجازی حقیقت کے بعد قلم روکتا ہوں اس نعرۂ تکبیر پر

اللہ اکبر خمینی رہبر خدایا خدایا تا انقلاب مہدی خمینی را نگہدار

اکبر بن حسن

۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء

ابتدائیہ

زبدۃ العلما سیّد آغا مہدی لکھنوی

حُر عربی زبان کی ایک چھوٹی سی لفظ ہے جس میں صرف دو حرف ہیں بے نقطہ کے جمع اس کی احرار اور معنیٰ یہ ہیں کہ وہ جو آزاد ہو غلام نہ ہو' یہ تو اس وقت ہے جب حروف تہجی کے چھٹے حرف ح کو پیش ہو اور اگر اس حا پر زبر ہو تو معنے گرمی کے ہوں گے حرّیت مصدر ہے جس کے معنے آزاد ہونے کے ہیں قومی درد رکھنے والے مقرر' اہلِ قلم موضوع پر زیادہ سے زیادہ لکھ اور بول سکتے ہیں۔ ابجد کے حساب سے اس کے ۲۰۸ عدد ہیں اور اسمائے الٰہی میں اس کا ہم عدد کوئی ایک نام نہیں ہے قرآن شریف میں لفظ بجنسہٖ موجود ہے " الحرّ بالحرّ والعبد بالعبد" اگر لفظ کو اُلٹ دیں تو 'رُح' ہو جاتا ہے جس کے معنے یہ ہیں اُن پر رحمت خدا ہو۔ اہلِ زبان عرب کربلائے معلّٰی سے جب حر جانے والی سواریوں کو پکارتے ہیں تو میں نے اپنے کان سے سُنا کہ حرّا کہتے ہیں۔ اس زیادتی کا ان کو اختیار حاصل ہے۔

چھوڑے ہوئے دیس لکھنؤ کے محلات شاہی میں جب کوئی شخص چلا جائے تو اس کے پلٹ کر نہ آنے پر عورتیں مرد کہتے ہیں کہ حُر ہو گیا۔ یہ استعمال وہ تاریخی اشارہ ہے جس سے عوام کی حسینؑ دوستی پر دلیل ہاتھ آتی ہے۔ یہ ہمارے گھرانے میں پانچ پشت کی عزاداری میں کوشش کا نتیجہ ہے کہ عوام زندگی کے ہر لمحہ میں امام مظلومؑ کو نہ

بھولے ۔جمعیت کی مجلس مصنفین کے بلند ارکان تحقیق لفظ میں کہتے ہیں :۔

(۱) حُر: HUR یہ لفظ اصل میں عبرانی ہے۔اس کے معنیٰ آزاد اور شریف کے ہیں۔ انگریزی زبان میں بھی یہ لفظ بعینہٖ آواز کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔اور یہی معنیٰ بھی برقرار رکھے ہیں۔

یہ لفظ عام مستعمل نہیں ہے بلکہ یہ بائبل میں استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی یہ بطور اسم ہی کے استعمال میں لایا گیا ہے جیسے AARAU AND HUR ARE WITH YOW...EX24/17 اس کے علاوہ سواہی زبان میں HURU اور اس کے معنیٰ بھی آزاد ہی کے ہیں۔ (سید محمد شاکر)

(۲) تقریباً ۲۰ برس قبل کراچی میں ایک انگلش فلم کی نمائش ہوئی تھی جس کا نام BEN HUR تھا۔اس میں حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری ابن حُر نامی کے حالات پیش کئے گئے تھے جس پر بعض مذہبی طبقوں کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا تھا کہ یہ فلم عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بنائی گئی ہے۔اس لئے اس کی نمائش منسوخ کی جائے۔

(فیض یاب علی)

قرآن حکیم کی آیت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ہمارا رسول فرعون کی طرف جانے والے مرسل کا ایسا ہوگا اور حدیث بھی تائید کرتی ہے کہ جو کچھ اگلی اُمتوں میں ہوا وہ اس اُمت میں ہوگا تو حضرت رسولؐ کی اُمت کے حُر گزشتہ اصحاب میں اپنے عزت و کمال کی وجہ سے بڑھے چڑھے اور اسم ہاشمی اس وقت ہوئے جب وہ یزید کی غلامی سے آزاد ہوئے اس سے پہلے وہ حُر نہ تھے۔ سندھ میں ایک بہت بڑا قبیلہ حُر نسل کا ہے جو مدتِ دراز سے پائے جاتے ہیں۔ میرے علم میں مسلمانوں میں کسی کا نام حُر نہیں پایا گیا اس کی مثال یہی ہے کہ چودھویں رات کے چاند کو سب دیکھتے ہیں مگر ستارہ کوئی بدر کی موجودگی میں دیکھا نہیں جاتا یہ عقیدت ہی تھی کہ مشہور اساتذہ نے حُر کے حال میں

مرثیے کہے مگر کسی باپ نے بیٹے کا نام حُر نہیں رکھا دامنِ شیعیت پر یہ ایک دھبا تھا جس کو اسی اُجڑی ہوئی بستی کے ایک ادیب اور اہلِ قلم اور سیّد آلِ رسولؐ محمد امیر امام نے اپنا تخلص حُر قرار دے کر قوم کی عزت رکھ لی جن کے مضامین آپ پڑھا کرتے ہیں۔

سیرتِ حُر کا خاص رُخ

اسی زاویۂ نگاہ سے ہم کسی تقریر میں برسرِ منبر کہہ چکے کہ کربلا کا سب سے چھوٹا شہید وہی ہے جس کی توبہ آغازِ ایمان اور شہادت میں کم سے کم فاصلہ ہے قدر شناس امامؑ نے حُر کی خطا جس وقت معاف کی اس وقت سے ان کی روح نکلنے میں کتنا وقفہ تھا وہ زندگی قابلِ ذکر نہ تھی جو حکومت شام کی نمک خواری میں صرف ہوئی۔ حیات وہ ناز کے لائق ہے جو بے آب و دانہ جہانی میں گذری۔

مشرقی علوم ختم ہوتے جا رہے ہیں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ خطوط مرجزہ میں حُر کیونکر لکھا جائے دانشوروں نے صیغۂ راز کی کامیابی امور مملکت اور تدبیر منزل حالات کی تفتیش اور سراغ رسانی یا میدان جنگ میں اپنے ارادوں پر غیر مطلع نہ ہو۔ خطوط ایجاد کیے جس کو منزلِ عشق کے راہرو نے اپنایا اور پورا فائدہ اٹھایا اگر آپ چاہیں کہ آپ کا ارادہ عام نہ ہو تو اسلاف کی محنت کی داد دیں۔

(۱) خط سرو میں حُر دو طرح لکھا جا سکتا ہے مفرد اور مرکب، مفرد جس میں ہر حرف کا اشارہ الگ الگ ہے اس طرح (۲) اور مرکب کی مثال یہ ہے جس کو ماہرین نے بہتر سمجھا ہے (۳) حُر کی لفظ خط ہندسہ میں اس طرح لکھیں گے (۴) خط طلسم کی بہت سی قسمیں ہیں جس کی تفصیل ہم نے باغ و بہار قلمی اپنی کتاب میں کی ہے ایک طلسم یہ ہے عملیات اور تعویذ اسی خط میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح خط نظیرہ اور دوسرے خطوط مرموزہ میں بھی حُر لکھا جا سکتا ہے۔

فائدہ:۔ ہم نے سیرت نگاری میں ہر شخص کی لائف پر قلم اٹھاتے ہوئے ناموں کا تجزیہ اور اس فلسفہ پر بحث نہیں کی اپنی ناچیز رائے پیش کی۔ قول کو فعل سے مطابق ہونا قرآنی حکم ہے اس لئے نام معنوی لحاظ سے غلط نہ ہو زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے اب ناموں میں عبادالرحمٰن برداشت نہیں ہوتا عبد کی جمع ہے عباد ایک آدمی کا نام کیونکر ہوا قابل غور بات ہے اُردو کی آمیزش جن ناموں میں تھی وہ بڑے اچھے تھے نورانی میاں آج کل کے سیاسی عالم کا نام یا پچھلے (تہذیب) میں شیروانی، شعرانی، مردانی سب صحیح ہیں اسی طرح عرب میں بنی کلاب قبیلہ تھا جو مجھے معلوم ہے مگر وہاں کی بات وہاں کے ساتھ جو امام کے در کا کتا ہوتا اضافت میں قرب نجاست گوارا کرے اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ کلب محمد، کلب علی کب سے نام رکھے گئے۔ میرے سامنے جو سب سے قدیم بنیاد تھی اس کو میں نے اس بحث کی تحت میں الحسینؑ کے حاشیہ پر ظاہر کیا ہے۔ کلب علی نساخ وہ خوشنویس تھے ایران میں قزوین کے رہنے والے جنہوں نے ۱۳۰۳ھ پورے سو برس اُدھر فقہ کی مشہور کتاب شرائع اسلام لکھی اور طبع شدہ نسخہ اس کتاب کا ملک میں پایا جاتا ہے۔

براہ کرم اس نجس العین کو اپنے ناموں سے ہٹاؤ۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ایک طرف تو اقبالؔ کی اُردو پر ملک کو ناز اور ایسے ملک میں کچھ عقیدت مند لڑکی کا نام رکھتے ہیں " غلام فاطمہ " کسی طرح درست نہیں۔ کنیز فاطمہ، فاطمہ باندی ہوتا تو غلط نہ تھا۔ کاش لڑکے کو غلام فاطمہ کہتے تو بجا تھا۔ یہ ہے دورِ انقلاب جس سے ہم گذر رہے ہیں۔ بہترین نام انبیاء، اوصیاء، ائمہ طاہرین اور شہدائے کربلا کے مقدس ناموں پر نام ہیں جو فرض عقیدت کو بھی ادا کرتے اور تاریخ زندہ ہوتی ہے۔ یہ میرے وہ تاثرات تھے جو کتاب وسنّت کی روشنی میں اگر آپ اختیار کریں تو کیا کہنا اور اگر آپ کو میری ناچیز رائے سے اتفاق نہ ہو تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ وما علینا الا البلاغ

اس تمہید کے بعد چند مقدمات ضروری ہیں۔

مقدمہ توبہ

بڑی اچھی لفظاً اور وہ اصطلاح ہے جس میں آغاز و انجام دونوں نظر آتے ہیں گناہ کے بعد پشیمانی مطابق فطرت اثر ہے جو کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام کی تحت میں ظاہر ہوتا ہے اور ندامت عام توبہ ایسا وسیع موضوع ہے کہ اس پر کئی کئی صفحے سیاہ کئے جا سکتے ہیں قرآن مجید میں سورہ توبہ بڑے طمطراق کا سورہ وہ آیات ہیں جس میں مدبر عالم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ضرورت محسوس نہ کی مگر باب بسملہ وہاں بھی موجود ہے معصوم کی ذات صرف وہ ہے جس سے توبہ کا تعلق نہیں اور جہاں دائرہ عصمت میں توبہ کا ذکر ہے وہ ترک اولیٰ یا مجاز یا ہماری تعلیم اور ہماری زبان میں ایک دستور ہے جو مرتب ہوا حقیقت و مجاز کا امتیاز ذوق سلیم کو ہے قرآن کے ذریعے سورہ طلاق میں توبہ کو ازواج نبی کے لئے بھی نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور تیرہ سو برس پہلے کی بے چاری جاہل عورت جب ... تعلیم کا رواج نہ تھا توبہ توڑ دینے کا اندیشہ تھا بلی کی ایسی توبہ نہ ہو ستر چوہے کھا کر وہ حج کو چلی اس لئے وہاں توبہ نصوح کی قید سے توبہ پر بھرپور روشنی ڈالی ہے نصوح مرد[1] باوفا کی توبہ تفصیل کا مقام نہیں توبہ کو امام زین العابدین علیہ السلام نے سب سے ٹھوس انداز میں سمجھایا ہے اور یہ دعا بڑی شب قدر کو اس رات کے ضروری اعمال میں داخل ہے بدنصیبی سے ناچیز گذشتہ رمضان میں ضعف بصارت میں محروم رہا اگر دولت مند ہوتا اجرت دے کر اعمال شب قدر میں چھوٹ جانے والی دعائیں پڑھواتا مستحبات میں نیابت ہو سکتی ہے وہ دعا جو آپ کی نہیں پڑھی اس میں یہ بھی ہے۔

---

[1] لغات کشوری

اے معبود[1] اگر شرمندہ ہونا ہے تیری طرف رجوع کرنے کے معنے ہیں تو میں تمام شرمندہ ہونے والوں سے زیادہ شرمندہ ہونے والا ہوں اور اگر تیری مخالفت کو چھوڑنا توبہ ہے تو میں پہلا توبہ کرنے والا ہوں۔ اور اگر معافی مانگنا گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے تو میں اکیلے معافی مانگتا ہوں۔ حرؑ کی توبہ وہ تھی جس پر ان کا عمل شاہد امامؑ گواہ یعنی توبہ گناہ سے ہوتی ہے خواہ وہ چھوٹا گناہ ہو یا کبیرہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جناب حرؑ اس فہرست میں نمایاں ہیں اس لئے کہ امامؑ وقت نے قبولیت کی سند دی ہے مرحوم مسعود رضا صاحب جواد بائیں لکھے فرماتے ہیں ؎

بڑھائی توبہ کی توقیر تم نے واہ رے حرؑ بس ایک رات میں پائی نجات کیا کہنا

میرا عذر: خون حسینؑ کے انتقام لینے والے گروہ کو توابین کی لفظ سے یاد کرنے کو میں ان مجاہدوں کا مرتبہ گھٹانا تصور کرتا ہوں ان میں کچھ توبہ کرنے والے ہوں تو تسلیم ہے سب ہرگز اس منزل پر نہ تھے قید و بند نے ان کو نصرت امامؑ سے محروم کیا شرائط جہاد نہ ہوں تو ناکردہ گناہ اس جماعت میں شامل نہیں ہے۔

فائدہ

انسان کی زندگی دو حصّوں میں تقسیم ہوتی ہے ارکان سلطنت اور عوام، پہلے حصہ میں فوجی افسران اور وہ حکام جن کا ملازمت سے تعلق نہ ہو۔ زیر بحث وہ طبقہ ہے جو فوجی درجہ پر ہے اس پر بحث کے ساتھ یہ حقیقت سامنے لانا ہے کہ ایک وہ ہے جو زندگی بھر اپنے عہدہ پر برقرار رہا دوسرا وہ ہے جو کسی وجہ سے مستعفی ہوا۔ موخر الذکر طبقہ میں ایک وہ ہے جو خود ہٹ گیا منصب سے، دوسرا وہ ہے جو ہٹا دیا گیا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر ہم اپنے دور رفتہ شاہی کے عہدداروں میں معتمدالدولہ آغا میر وزیر اودھ کا نام لیتے ہیں جو غازی الدین حیدر کے عہد میں ہٹائے

---

[1] صحیفہ کاملہ مترجمہ مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری ۱۹۷۰ء طبع اول

گئے یہ بڑی بلند مثال تھی اس سے پست یہ ہے کہ والد مرحوم نے داروغہ میر باد علی مرحوم کو ان کے منصب سے ہٹایا وزیر اودھ کی۔ اردسمبر ۱۸۶۷ء میں معزولی تاریخ لکھنؤ میں دیکھو حقیقت کیا تھی کسی رشتہ دوانی نے عزل کا روز سیاہ دکھایا یا انتظامات قابل اعتراض تھے واللہ یعلم ہم کو یہ طے کرنا نہیں خود ہمارے گھر کا یہ واقعہ تھا کہ مرحوم داروغہ کا رویہ احسان فراموشی تھا جو برداشت نہیں ہوا بہتر تھا جو ہوا۔ منصب سے خود ہٹ جانا اس وقت ہوتا ہے جب اپنے با اصول زندگی پر ضرب آنے کا ڈر ہو اس تمہید کے بعد یہ مقصد سامنے آجاتا ہے کہ حُرؑ فوج شام سے ہٹائے نہیں گئے خود ظلم اور باطل سے کنارہ کش ہوئے جو عین عقل اور مطابق مذہب تھا اس کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے روزمرہ میں انہوں نے خود نوکری چھوڑی چھڑائی نہیں گئی۔ میر انیسؔ جو صرف مرثیہ گو نہ تھے بلکہ مصلح اعظم اور اردو نواز ان کا یہ فرمانا ؎

نوکری چھوڑی تو اتری ہوئی پاپوش ہے پھر ۔۔۔ جب تعلق نہ رہا مرد سبکدوش ہے پھر

یزیدیت پر وہ ضرب تھی جو تا قیامت دلوں سے محو نہ ہوگی اور اس مثال نے اردو کے محاورہ کو تا ابد زندہ رکھا ان کے مصرعہ کے بعد نہ ان کے کسی ہمعصر نے یہ گوشہ اختیار کیا نہ مابعد کا ذہن یہاں تک پہنچا۔ پوتہ انیسؔ یعنے خورشید حسن عرف دولہا صاحب عروجؔ مرحوم نے اپنے مرثیہ میں کہا۔ مصرعہ جھاڑ دیتے ہیں گرد جو پاپوش میں ہو۔

یہ مصرعہ میں نے خود ان کی زبان سے ۲۵ ر رجب کی مجلس میں سنا۔ صورت حال یہ تھی مرثیہ خوانی کی مجلسوں میں زیادہ تر اُس شاعر کے شاگرد دادِ سخن دیتے یا محلہ کے لوگ یا اس کی جماعت کے افراد تعریفیں کرتے اور عام سامعین سمجھ جاتے کہ مجلس میں رونق کا راز کیا ہے۔ مگر دولہا صاحب کی مجلس میں عام پبلک یا پوری مجلس تعریفیں کرتی۔ اس مصرع پر ان کا پڑھنا جو کسی کا انداز ادا نہ تھا۔ ورنہ کہو دادا کے بعد پوتہ ذہن کی پرواز میں حصہ دار ہے چھتیں پھٹ گئیں، منبر کے پہلو ضریح کا دالان، بائیں ہاتھ کی طرف مہاراجہ محمود آباد تڑپ گئے اُن کا

استاف جو ساتھ تھا اُچھل پڑا۔ شور ثناء و صفت مجھے اب تک یاد ہے اور آج میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جوتا بازاری لفظ ہے ہماری تہذیب اجازت نہیں دیتی کہ زبان پر آئے۔ بوٹ اوّل تو ذو معنے، نوروز کی فصل میں جب خود سبز لباس پہنے جس کو کبڑیے لَا اَبْدُ کہہ کر بیچتے ہیں ثانیاً بوٹ کی لفظ تعریف نہیں ہجو میں استعمال ہوتی نہی سر پہ دستار معلّٰی پاؤں میں ڈاسن کا بوٹ۔ پاپوش کی لفظ تھی جو ہماری تہذیب میں زبان زد تھی لڑکیوں کے جہیز کی فہرست میں لباس کے بعد پاپوش، بڑے تحسین علی خان مرحوم کے عاقبتی جوڑے میں ۲۹ رشعبان کو جو سامان علمائے کے یہاں جائے اس میں انگرکھے، کلاہ، ریجامہ کے ساتھ پاپوش عہد انیس سے لفظ استعمال ہوئی اور جنوبی کراچی میں پاپوش نگر محلہ کا نام وہی استعمال ہے جو اب تک جاری ہے۔

مقدمہ حکومت جابر میں منصب

بڑا مفید موضوع ہے اگر ہم سلف سے آج تک دنیا کا جائزہ لیتے ہیں تو بیشتر سلاطین جابر اور دشمنِ حق گزرے حکومت غیر باطلہ کا منظر بہت کم اور شاذ و نادر ہے اس ہلاکت آفریں عہد میں سلطان جابر اگر کسی دیندار کو عہدہ پر سرفراز کرے تو یہ تعیناتی صحیح ہے یا نہیں اس کو فقہاء شیعہ نے زمانہ کے گرد و پیش پر نظر کر کے اس وقت جائز سمجھا ہے جب حاکم جابر کا مقرر کیا ہوا ملّت کو مدد پہنچائے اور باطل کی جنبہ داری اس کے احکام میں نہ ہو غدر ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں کے ملک پر تسلط کے بعد یہ مسئلہ اٹھایا گیا اور سید السند مین مکان رح وفات ۱۲۷۳ھ وہ بزرگ تھے جنھوں نے اپنے مخلصین کو ان کی رجوع پران ہی شرائط کی تحت میں اجازت دی۔ اور یہ مسئلہ مجموعہ مسائل میں ان جناب کے موجود ہے حالات بدلنے پر صورت مسئلہ میں تغیر کی مثال قرآن حکیم میں موجود ہے حضرت موسیٰ معصوم طفل کی پرورش وہ مہتم بالشان خدمت تھی جس نے فرعون ایسے متمرد کے گھر

میں جناب آسیہ کو اس کی زوجہ کی شکل میں ہونا' بے گناہ طفل معصومہ عورت کی گود میں پلا' پرورش ہوئی - اس کے خواہشات نفسانی کو آسیہ کی صورت میں ایک جذبہ پورا کرتی اور ایمان وکفر ایک بستر پر شب باش ہونے نہیں پائے - مجمع البحرین حدیث کے لغت میں یہ نکتہ موجود ہے اور عقد اُم کلثوم پر جواب میں جو کتابیں لکھی گئیں اس میں بھی یہی وجہ پیش کی گئی ہے - سوانح "شہربانو" میں اس کی مزید توضیح ہے - دیکھو حیات القلوب جلد اوّل اولاد حضرت آدمؑ کا حال -

مقدمہ مہمان

انسانی ہمدردی رکھنے والے اپنے گھر پر خلوص سے آنے والے نووارد کی بڑی عزت کرتے ہیں عرب اس کو ضیف کہتے اور قرآن حکیم میں ضیافت پر جا بجا آیات ہیں مہمان داری کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت خلق کے جذبہ سے قائم ہوئی اور اس کو دوسرے انبیاء و مرسلین نے خوب سراہا اور اس بداخلاق شہر کا بھی ذکر کیا جہاں خضرؑ و موسیٰؑ مہمان نہ ہو سکے اولاد اسمٰعیلؑ نے ضیافت کو اتنی اہمیت دی کہ عرب جاہلیت کے دَور سے گزرنے پر بھی مہمان کی عظمت کو نہ بھولے اور آنحضرت صلعم کا یہ رویہ تھا کہ وہ خود بھوکے رہتے اور مہمان ان کے دسترخوان سے سیر ہو کر اٹھتا ہم نے اللہ کے فضل سے پورا عشرہ اس موضوع پر مجالس کی صورت میں پڑھا اور لکھا جو آیہ ضیافت کی تفسیر اور مہمان کربلا کے نام سے مبسوط کتاب ہے فضائل و مصائب میں یہ تقریریں زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئیں اس میں بتایا ہے کہ کم از کم مہمان کی خاطر عرب میں یہ ہے کہ آنے والے کا ہاتھ مُنہ دھلا دیا جائے اور چراغ بجھانے کی تکلیف بھی اپنی میزبانی میں اس کو نہ دے - التائب من ذنبه كمن لا ذنب له توبہ کرنے والا وہ ہے جس نے گویا کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس کی آمد پر غربت میں وہ دیا جو کسی نے اپنے مہمان کو نہ دیا تھا خوشنودی امامؑ

سب سے بڑی بخشش، شرف نصرت بہت بڑی عطا، جہاد میں قربانی بے مثال اور غیر فانی عزت تھی مگر خاندانی جود و سخا نے اس سب کو کم سمجھا اور خدا سے سفارش کی کہ تو بہشت میں میزبانی کر۔

میر انیس (وفات ۱۸۹۲ء) حرؑ کی اس صفت کو بڑی سلاست سے ظاہر کرتے ہیں ؎

رن کو جب بہرِ دعا حرؑ وفادار چلا — لے کے فرزند و برادر کو وہ جرار چلا
عبد جانباز لئے گرزِ گرانبار چلا — غل ہوا چار طرف شاہ کا غمخوار چلا
پڑ گیا شور سعیدِ ازلی جاتا ہے
ہاں مہمانِ حسینؑ ابنِ علیؑ جاتا ہے۔

میر سلیس (وفات ۱۹۰۱ء)

رن میں جس دم حرِ ذیشاں نے شہادت پائی — غل ہوا شاہ کے مہماں نے شہادت پائی
اسدِ بیشۂ ایماں نے شہادت پائی۔ — یاورِ شاہِ شہیداں نے شہادت پائی۔
کبھی اس طرح نہ مہر فلک آرا چمکا۔!
جس طرح حرِ دلاور کا ستارا چمکا!

میر مونس

زینبؑ نے کہا رو کے یہی لاشۂ حرؑ پر اے بھائی کے مہماں
افسوس پڑا تو خاک پہ آج ہے بے سر اے بھائی کے مہماں

مقدمہ فسخ عزم

ہماری زندگی میں ایسے مواقع کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ جو چاہا وہ نہ ہوا یا جو سوچے تھے وہ سامنے نہ آیا اس ناکامی سے عقلا سمجھتے ہیں کہ ہماری نقل و حرکت کسی

اور بڑی طاقت کے ہاتھ میں ہے فرعون کو توبہ کرنا ہوتی تو وہ موسیٰ بن عمران کے ہر مقابلہ میں شکست پر ہمت ہار جاتا اور ایمان لاتا لیکن اس نے ڈوبتے وقت کلمہ پڑھا یہ ارادہ وہ تھا جو جبراً بدلا حضرت موسیٰؑ خود تیس دن کا میقات میں امت سے وعدہ کر کے گئے تھے چالیس روز کے بعد واپس ہوئے اس بے بسی کو انسانیت کے سب سے بڑے نبض شناس حضرت علی مرتضیٰ روحی فداہ نے اپنے مشہور مقولہ میں ایسا صاف کیا کہ تا حشر کوئی متکلم اس طرح گفتگو نہ کرے گا وہ کہہ گئے ہیں "میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹنے پر اور ہمت شکستہ ہونے پر پہچانا" سپاہ شام سے حُر کی وابستگی امکان ہے کہ اس تصور کے تحت میں ہو کہ حضرت امیرالمومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ دو معصوموں کی طرح مصالحت ہو اور آتشِ حرب روشن نہ ہو تو طرماح بن عدی کی طرح جتنا بھی وقت ملے اموی عہد سے اپنے حقوق لئے جائیں جب سر سے پانی اونچا ہوا تو باطل سے وہ جدا ہوئے اور ارادہ اس خوبصورتی سے بدلا کہ دنیا کے لئے مثال قائم کر دی اکثریت سے نہ ڈرنے کی۔

پیش ہونے والے ذمہ دارانہ لٹریچر میں آپ کو از ولادت تا شہادت تمام کوائف ملیں گے۔ میرے قلم سے ان کے خاندان اور مزار دو عنوان غور طلب رہیں۔

مقدمہ بہشت

شہدائے کربلا کے مقدس سلسلہ میں جنت پر تبصرہ نہیں کیا گیا شبِ عاشورہ امام مظلومؑ کا اپنے اصحاب کو بہشت نظروں سے دکھا دینا، شہیدوں کی بشارت جنت، ساغر خلدِ بریں سے وقت آخر سیراب ہونا سب صحیح ہے لیکن سیرت حُر دلاور وہ ہے جس میں عرب کی مشہور صفت میزبانی سے امامؑ کا محروم رہنا وہ ندامت تھی جس نے لبوں پر امامؑ کے یہ دعا بلند ہونے دی کہ پالنے والے تو حُر کی مہمان داری بہشت میں کر اس لئے ضروری ہوا کہ

ہم کچھ عرض کریں وصفِ بہشت میں فوائح الجنان کے صفحات کی سات مجلسیں میرے قلمی خدمات کی سیر کرنے والے کے لئے کافی ہیں وہ نوجوانی کی خامہ فرسائی سہی مگر گوالف نعیم ابدی میں کوئی گوشہ چھوڑا نہ ہوگا جس پر بحث نہ ہو اس سلسلہ میں اہم گوشہ یہ ہے کہ غالب کے شعر کی کیا حقیقت ہے ان کا ایسا سچا مسلمان اور شیدائے اہل بیت کیوں کہتا ہے ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

غالب کے مذہب پر میرے اتنے مقالات ہیں کہ وہ سب یک جا ہوں تو ایک کتاب بن سکتی ہے اس لئے مجھے خود گوارا نہیں کہ غالب ایسا کہیں مگر کیا کیا جائے اب تو کہا اور یہ نکتہ نہ طباطبائی صاحب کے ذہن مبارک میں آیا نہ بیخود موہانی کا ذہن رسا یہاں تک پہنچا کہ شعر غالب کا اُس وقت کا نہیں جب وہ "اسد" تھے بلکہ پیدا وار اُس وقت کی ہے جب وہ غالب تھے پہلی بات تو یہ ہے کہ دیوان غالب کی تدوین کے وقت سوانح سلطان العلماء کی تشکیل نہ ہوئی تھی غالب پر لکھنے والے وہ ایک مولوی کی تحریکوں دیکھتے شرح کی مصروفیت میں ان کو یہ ضرورت نہ تھی شخصیت غالب کی جان یہ ہے کہ جو اشعار اسد تخلص کی تحت میں ہیں وہ جناب رضوان مآب کی خدمت میں لکھنو آنے سے پہلے کے ہیں اور جن اشعار میں غالب تخلص ہے وہ بزم رضوان مآب کے برکات ہیں غالب اولاد غفران مآب کی تقلید میں تھے جب سلطان العلماء کی بزم علم افروز میں حاضر ہوئے تو اُن جناب نے یا اسد اللہ الغالب کہہ کر تعظیم کی اُسدن سے غالب نے تخلص بدلا شرح دیوان شروع سے دیکھ جاؤ یہ شعر جس سے ان کی مذہبیت پر تبصرہ ہے شرح دیوان میں حسب ذیل معانی اور نقد و نظر کے بعد درج ہے۔ محترم ناظرین اس کو پڑھیں۔ میں جو عرض کروں گا وہ بعد میں ان کے شعر ــــ وہ حل ہم جنت کی حقیقت سے واقف ہیں یعنی یہ زاہدوں کی عبادت کا صلہ ہے عاشقوں کو اس سے کیا کام ۔ یعنی عشاق خدا تو صرف دیدار اور خدا کی ذات سے مل جانے کو اپنا مقصود کہتے ہیں لیکن جس سے یہ نہ ہو سکے وہ جنت ہی کی خواہش لے کھے

تو بیجا نہیں۔ طالبانِ وصالِ یار کا مقصود باغِ جنّت نہیں ہوسکتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ دل کے بہلانے کا اچھا مشغلہ ہے دل بہلانے کے اشغال وہی ہیں جو ضروری ہوں اس لئے ان کو زیادہ اہمیت دینا غلطی ہے ؎

جنّت بغیر رویت از من چہ راست پرسی　　　بر زاہداں حلال است بر عاشقاں حرام است

جناب طباطبائی مطلب یہ ہے کہ بہشت کیا ہے نافہموں کو ایک سبز باغ دکھایا ہے بیخود لیعنے فریب ہے یہ کفر سے صریح مگر شاعر ترجمان عالم ہے وہ دھریوں کے اقوال بھی نظم کر سکتا ہے رندانہ مذاق میں یہ مفہوم دل کش ضرور ہے لیکن پہلا مفہوم زیادہ مناسب نظر آتا ہے صہ ۳۴۳ شرح دیوان ۔ بیخود صاحب نے عاشقِ خدا کے لئے دیدار کو ضروری قرار دیا ہے وہ مسلم اکثریت کا نظریہ ہے مجھے ان کی یہ لفظیں بہت پسند آئیں کہ شاعر دھریوں کے عقائد بھی دوہرا تا رہتا ہے ۔ میں غالب کے تخیل کو انکسار پر محمول کرتا ہوں ۔ اور حضرت بیخود کی یہ رائے ان کی عین دینداری ہے کہ یہ تو صریح کفر ہے ۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک شعر غالب کا لغو قرار دیدیا گیا تو عمر بھر کی ریاضت برباد نہ ہوگی ۔ غالب کا بہشت پر ایمان اِس سے ظاہر ہے ؎

کس سے ہوسکتی ہے مداحیِ ممدوحِ خدا　　　کس سے ہوسکتی ہے آرائش فردوس بریں

دوسرا شعر جو دیوان میں اسی کے بعد ہے میری تاویل کہ انکسار تھا جو غالب نے ظاہر کیا ؎ جنسِ بازارِ معاصی اسداللہ اسد　　　کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں　صہ ۵۲۹

ان دو شعروں کے بعد غالب اور بہشت دو متضاد چیزیں تھیں بلکہ مکین و مکان دو مناسب لفظیں ہیں یہ وہ شعر ہیں جس کی تعریف میں سرورِ دو عالم ﷺ نے اپنی بزم میں فرمایا ہے ۔ الشعر لحکمہ شعر تو حکیمانہ بھی ہوسکتا ہے ۔ (سنن ابن داؤد صہ ۶۹۴ طبع کراچی)

خاندان اور قبیلہ باپ کا نام ان کے یزید تھا اور ان کی یاد جس کو ہم یزید کہتے ہیں اس سے بہت پہلے تھی اور یزید نامی اسلام میں کثرت سے گزرے

شقاوت نے قاتلِ امام کو اس نام سے خاص کر دیا۔ حُر کے وقتِ ولادت اس نام سے نفرت عوام میں نہ تھی۔ الریاحی کا بچھلا (تذنیب) ان کے خانوادہ کی پہچان کے لئے ہے۔ ہماری اردُو میں لفظ قبیح اور فارسی میں بھی یہی معنے ہیں جس کا عربی عبارت میں کوئی تصور نہیں ہے۔ کلامِ امامؑ میں بھی ان پر سلام کرتے ہوئے اس نسب کو نظر انداز نہیں کیا اور ادبی ذوق رکھنے والے یہ شعر پڑھ کر مسکرا دیتے ہیں ؎

از امتلائے معدہ مرا ریح می کشد ۔۔۔ افغاں اگر نہ گشت ترا ریح می کشد

جرجس ہمام شوبری نے اپنے لغت میں لکھا ہے الرّیح الآل فلان ای النصرۃ والدولہ (معجم الطالب، طبع بیروت)

مطلب یہ ہے کہ لفظ کنبہ (خاندان) کے لئے مستعمل ہے۔ فتح مندی اور دولت کے لحاظ سے یقیناً حُر سے بڑھ کر کوئی صاحبِ ثروت نہ تھا جس نے توبہ کے بعد ایمان کی دولت پائی اور قتل ہو کر مردہ نہیں ہوئے بلکہ زندہ رہ کر شامیوں پر ابدی فتح حاصل کی پسر سعد ان کا کچھ بگاڑ نہ سکا، ٹڈی دل فوج روک نہ سکی تیر ترکش سے نکلنے نہیں پائے سپاہ میں جاسوس موجود تھے وہ تمام رات کے اضطراب میں سپہ سالار لشکر کو اطلاع نہ دے سکے ورنہ وہ صبح سے پہلے قید ہو کر دل کے ارادے دل میں رہتے اور گرفتار ہو کر نصرت سے باز رہتے ریاحی قبیلہ روزِ قیامت فخر کرے گا کہ ہم میں وہ جاں باز موجود تھا جس نے سردارِ جوانانِ جناں پر جان قربان کر کے چند گھنٹے میں بہشت لے لی۔

خصوصیات ذاتی شہید میں کچھ ذاتی اوصاف ہیں جو دوسرے میں نہ تھے ان کے عقل و دماغ کا یہ فیصلہ صحیح تھا کہ اطاعت امام کا قلادہ وہ ہے جس کی موجودگی میں کسی کی فرمانبرداری کا انسان پر بار نہیں پڑتا نص امامؑ سے ثابت ہے کہ ان کی ماں موجود تھیں جب ہی تو فرمایا ثکلتک اُمّک تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے جہاں یہ مسلمہ حقیقت ہے وہاں شامِ غریباں میں زوجہ حُر کی روایت بھی پائی

جاتی ہے جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ شب عاشور ماں نیک ارادوں سے روکتی ہوگی اور عورت کے لئے سب سے زیادہ قابل احترام اس کے شوہر کا حکم ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے عزائم پر خوش و مسرور ہو اب یہ کہنا صحیح ہے کہ ساس اور بہو میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ حرم سید الشہداؑ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر مزار کا راز یہ ہے کہ ماں لاش کو کھینچتی ہوئی اتنی دور لے گئی وہ اس قربانی پر رضامند نہ تھی اور اس نے اس فرض کو ادا نہیں کیا جو بیٹے کی شہادت پر بحیثیت ماں اس پر عائد ہوتا تھا بہر حال شامی فوج سے یوں نکلے جیسے سواد چشم سے نور یا زنبور سے شہد یا تنور سے طوفان یا مچھلی کے پیٹ سے یونسؑ۔ نینوا کا جنگل اور ساحل فرات پر جنگ ہے۔ اس کایا پلٹ کا راز کیا دشمن کو کس نے دوست بنایا بہتر نفوس میں اگر ایک بھی بچ جاتا تو اس سے پوچھتے۔ ایک بچا تو مگر سب اموی تھے پوچھنے والا کون تھا رو رو کر زندگی بسر کی ہم بے بس تھے قدرت مجبور نہ تھی اس نے دشمنوں کی زبان گویا کی خواب دکھائے۔ شاعروں کے دلوں میں الہام ہوا۔ دماغ کے تصورات میں یہ وزن کہاں تھا کہ وہ حقیقت قرار پاتے تو آج کے دن کے لئے ناناؐ کے زمانہ اور جنگ کے محاذ پر جوش کبیر بڑی لمبی دعا بھیجی جس کے بعد دشمن کے جلو میں رہ کر زرہ اتار دی اب حفاظت جسم خدا پر ہے اس دعا میں ایک مطلب یوں سمجھایا۔ یا ملہم العرب والعجم اے عرب و عجم کو الہام کرنے والے عرب و عجم سے مراد ایران اور عرب نہیں بلکہ تمام عالم ہے ہر سچا مسلمان شامل ہے اور تا قیامت لفظ کی وسعت میں داخل ہوتا رہے گا ہم ماضی سے بے خبر نہیں الہامات مرزا اس میں کوشش کے بعد بھی پہنچ نہیں سکتے۔ کتاب و سنت کے خلاف ہر آواز بکواس ہے اور ہر کلمۂ حق الہام ہے خواہ وہ کسی دور کے متکلم کی زبان و قلم سے کیوں نہ نکلے۔ میر انیسؒ سے پہلے کے بعض شعراء کی یہ تخیل فراموش نہ ہو گی بڑا وزن رکھتی ہے اور حقائق کی روشنی میں ہے کہ جب لشکر حُر سیراب ہو رہا تھا تو پورا فوجی دستہ سیر ہو کر پانی پیتا رہا اور حُر کے سامنے جب ساغر

آپ آیا تو اس نے خواہش کی میں آپ کا اُلش (جوٹھا) پیوں گا۔ حدیث میں ہے کہ سور مومن شفا ہے اہل ایمان کا جوٹھا کھانا بیماریوں سے صحت یاب کرتا ہے۔ سب سے سخت مرض نفاق ہے جو امام حسینؑ کا نوش کیا ہوا پانی پیا تو ایمان اور یقین کے چشمہ رگ رگ میں پہنچے اور ہم شعر کو الہامی کہہ سکتے ہیں وہ بڑی بیدردی سے شہید ہوئے دشمن انھیں دوہرا جرم سمجھتا تھا فوج سے علیحدگی بغاوت تھی اور ناصرِ حسینؑ ہونا دوسرا جرم۔ اسی طرح امام مظلومؑ نے بھی حُر کے غم میں دو حیثیتوں کا لحاظ رکھا مہمان اور ناصر۔

بہر حال تہذیب اسلامی اور رسم عقیدت کے مطابق ہے یہ حکایت جو ثبوت میں میری دلیل قرار پا سکتی ہے وطن کے ایک ماہِ صیام میں مرزا منعم بخت مرحوم شاہزادہ کی مسجد خانہ میں نماز مغربین اور افطار کا وعدہ تھا گرمی کے دن مغرب ختم ہوئی ماموین کے سامنے افطاری آئی۔ میرے روبرو ایک کاسہ میں دودھ آیا جو زیادہ سے زیادہ تھا۔ صفِ اوّل کے مومنین میں مرزا نادر حسین خلف اصغر مرزا اعظم علی زمیندار جندیا موضع لکھنؤ ہیں میں نے چاہا کہ جس قدر میں پی سکتا ہوں وہ ایک دوسرے ظرف میں علیحدہ ہو جائے۔ نادر حسین نے کہا اچھا ہوگا کہ آپ اس کو جوٹھا کر دیں اور جو بچتا ہے میں (سعادت سمجھ کر اُلش) پیوں گا ملحوظ خاطر رہے کہ یہ ماہ رمضان میری اُس بیماری کے بعد کا ہے جو پورا لکھنؤ جانتا ہے کہ ڈاکٹر فریدی ماہر امراض صدر مجھے دِق تجویز کر چکے اور نادر حسین کا بھی یہ بیان ہے کہ ان سے پہلے کے ڈاکٹر ہکو ان کو تپِ مزمن قرار دے کر ہر وقت لیٹے رہنے کی ہدایت کر چکے ہیں میرا جوٹھا نادر حسین موصوف نے پیا۔ ہجرت کے ۲۱ برس میں سینکڑوں دوست تو اللہ کو پیارے ہو چکے مگر یہ تندرست اور زندہ موجود ہیں اب چاہ کنکر پران کا قیام ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ وہ شعر مرثیہ گو کا پیش نہیں کر سکا۔ میرا اسلوب تصنیف یہ نہیں ہے کہ قلم اٹھاتے وقت کتاب سامنے ہو بلکہ کتب بینی اور وسعت مطالعہ کی یادداشت سے عین وقت پر حوالہ درج کرتا ہوں۔ ۱۳۰۹ھ ہجری کے پریس نے ریحان غم کے نام سے

مراثی کی دو جلدیں شائع کی تھیں جس میں میر انیس اور میر وحید کے مرثیے ساتھ چھپے ہیں پہلی جلد کی صد ۲۷ میں یہ تخیل موجود ہے اور کتاب میرے وقف کردہ کتب خانہ مدرستہ الواعظین میں موجود ہے۔ اب حدیث معصوم کی اصل لفظیں ملاحظہ ہوں۔

در حدیث صحیح از حضرت صادق علیہ السلام منقولست کہ نیم خوردۂ مومن شفا ہفتاد درد است وحلیتہ المتقین برحاشیہ زاد المعاد طبع سلطانی صہ۱۸) جب میری جماعت کا ماموم یہ خواہش کر سکتا ہے تو امام وقت کا دوستدار بدرجہ اولے خواہش کر سکتا ہے اور انیس ہوں یا وحید ان کا تخیل نہیں الہامی شعر ہے۔

آخری عزت حُر کی یہ ہے کہ امام نے ان پر مرثیہ "نعم الحر" کہا اور دو دان چھوٹا بھائی اپنے برادر علی کو اچھے بھائی کہا ہے اگر میں یہ کتاب تصنیف کرتا تو عرض کرتا کہ فضائل حضرت امیرؑ میں میدان حشر کا اعلان عام ہے۔ نعم الاب ابوک ابراھیم ونعم الاخ اخوک علیؑ۔ پیغمبرؐ کے بڑے اچھے مورث اعلےٰ پدر ابراہیمؑ ہیں اور بڑے اچھے بھائی علیؑ ہیں۔ تلِ زینبیہ پر جو زیارت آویزاں ہے اس میں حضرت زینبؑ کے لئے نعمت الاخت بڑی اچھی بہن موجود ہے یہ نصِ امامت ہے کون اس کو برا کہہ سکتا ہے۔

آخری خصوصیت واقعہ کی یہ ہے کہ لشکر حُر میں علی بن طعانِ مُحاربی بھی ایک سپاہی تھا جو تقسیم آب کے وقت بچھڑ گیا تھا آخر لشکر سے جب پانی پلانیوالوں کے قریب پہونچا تو اس کی بیتابی کچھ اور بڑھ گئی امامؑ نے اسکی تشنگی اور مرکب کی پیاس کا اندازہ کیا پانی کا مشکیزہ قریب لایا گیا اور وہ گھبراہٹ میں پانی پی نہ سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر امام انامؑ خود قریب آئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو سیراب کیا اور راہوار کی پیاس بھی بجھائی۔ ممکن ہے اس میں یہ راز ہو کہ وہ مولاؑ کا ہمنام تھا اور پدر بزرگوار کے اسمِ گرامی کا احترام کرتے ہوئے اس کو خود سیراب کیا تاکہ ہم کو بھی سبق ملے ہمنام علیؑ قابلِ تکریم ہے۔

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کہنے کا راز

لجام فرس پر حرؑ کا ہاتھ ڈالنا اس کی تصریح معتبر مقاتل میں نہیں ہے مگر اس محل پر اصحاب کا جوش اور اجازت طلب کرنا بتاتا ہے کہ ایسا ہوا۔ اس مقام پر اس سے زیادہ اہم بحث یہ ہے کہ مادرِ حرؑ کا وجود تھا اور اس کی یاد امام کے تخاطب میں کیا حیثیت رکھتی ہے اس کو میں ذوالجناح کی بحث میں طے کر چکا ہوں یہاں اس کا نقل کرنا برمحل ہے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، اس ارشاد پر توجہ کی ضرورت ہے کہ محقق طریحی فرماتے ہیں۔ اگر ثکلتہ امہ، غائب کی ضمیر استعمال ہو تو استعمال مقام تعجب میں ہوگا اور ایسا کہنا ایک تنبیہ ہے نہ بیٹے کے مرنے کی توقع ہے نہ بد دعا ہے اور اگر ضمیر خطاب ہے ثکلتک امک، تو بے شک اس کے معنی یہ ہیں کہ تیری ماں تجھ کو کھوئے۔ اس لفظ کا پس منظر یہ ہے کہ مخاطب کا یہ کردار ہے تو مر جانا اس سے بہتر ہے مجمع البحرین لغت علم حدیث میں یہی ہے اور اس سے حرؑ کی موجودہ گفتگو اور ارادے کے بد ہونے کا اشارہ ہے آپ کو سن کر معلومات میں اضافہ ہوگا کہ یہی الفاظ انداز بدل کے حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے سگے بھائی اور برادر بزرگ عقیل کے جواب میں استعمال کئے ہیں۔ ان کے مطالبات پورے نہ کر سکنے پر کہا تھا ثکلتک الثواکل عقیل کی مادر گرامی اور آپ کی ماں واحد ہیں (تشبید المطاعن صفحہ ۹۰۸) جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ بس مردہ عورتیں تم پہ روئیں۔

وہاں مادر حر مراد تھی ایک رونے والی یہاں مستقبل کی خواتین رونے والیاں۔ یہ مولا کی پیشین گوئی تو نہ تھی ہم بہت کچھ شرح میں کہہ سکتے ہیں۔ صرف اس قدر کافی ہے مادر حرؑ کا کربلا میں وجود یقیناً اس جملہ سے ثابت ہے اور اس کے بارے میں بعض مقاتل کی جو صراحت ملی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحیح ہے انسان جب تک گناہ نہ کرے قابلِ عزت ہے نفرت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب گناہ کرے یاد رہے ملاقاتِ حُر کے وقت قابلِ بیزاری نہ تھی مستحقِ لعنت اس وقت ہوئی ہے جب شہیدِ راہِ خدا کی تذلیل کی۔

علی بن حُر سپہرکاشانی کا بیان ہے کہ باپ بیٹے ساتھ لڑے، میدان میں پہنچ کر بیٹے کو حکم دیا کہ دشمن پر حملہ کرے اس جوان نے ایک بھاری حملہ کیا اور فوج کو تہہ و بالا کر دیا اور کوفیوں نے جواب میں پوری طاقت سے حملہ میں گھیر کر شہید کر دیا اس جوان کے ہاتھ سے بقول مصنف شرح کافیہ ۲۴ دشمن قتل ہوئے اور ابی مخنف نے ۷ نفوس مقتولین کی تعداد بتائی ہے حُر نے اولاد کا داغ قوتِ ایمان سے برداشت کیا۔ بیٹے کی شہادت پر شکر کیا۔

اور کہا۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے (اے فرزند تجھے) شرف شہادت میرے مولا حسینؑ کے روبرو دیا شہادتِ حر فرزند کی موت کے بعد ہوئی۔ آئینۂ تصوف کے مصنف صوفی نے اس جوان کی تاریخ ولادت لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ علی بن حُر ۷ ماہ صفر شہ ھ بروز شنبہ وقت تہجد، دمشق میں پیدا ہوئے اس طرح سے عمران کی وقت شہادت پچاس سال سے زیادہ تھی۔

مصعب جناب حُر کے بھائی کا نام نامی ہے جب اس نے بھائی کا رجز سنا تو ہر شعر نے دل دہلا دیا اور گھوڑا مہمیز کر کے اپنی جگہ سے چلا کوئی سمجھے کہ بھائی سے لڑنے جا رہا ہے مصعب نے میدان میں آکر بھائی سے صدائے تحسین و آفرین بلند کی اور کہا کہ بھائی تم نے مجھے شاہراہ ہدایت تک پہنچایا۔ اب میں بھی توبہ کا خواہاں ہوں۔ حُر خدمتِ امام میں آئے۔ میدانِ جنگ سے واپس آنا کھیل نہ تھا۔ مگر حالات بتاتے ہیں کہ جو حسینؑ چاہتے تھے وہ ہوتا تھا اور یہی فتح ظاہری و باطنی تھی امام نے توبہ قبول کی: اذنِ جہاد دیا دشمن کے ساتھ مصروفِ جنگ ہوا لڑتے لڑتے شہادت

پائی۔

صوفی مصنف نے مصعب کی تاریخ ولادت اس طرح نقل کی ہے کہ مصعب برادرِ حُر ۱۳ رجب ۷ سال قبل ہجرت بروز شنبہ وقت عصر دمشق میں پیدا ہوئے بھائی سے کافی چھوٹے تھے اور روزِ عاشور ۶۸ سال کی عمر میں شربت شہادت نوش کیا۔ کیا اچھی تاریخ انھوں نے ولادت پائی۔

عروہ بن کبوشش حُر کا زرخرید غلام فوج دشمن ہی میں تھا کہ آقا کو خون میں لباس پہنے دیکھا تو سپہر کاشانی کہتے ہیں کہ

از ہوش بے یگانہ شد چوں دیو دیوانہ خود را برسپاہ ابن سعد زد و چند تن از زمین و بسیار بکشت، حواس خمسہ رخصت ہوئے اور پاگلوں کی طرح دیو ہیکل نے اپنے کو لشکر پر گرادیا۔ داہنے اور بائیں سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا خدمتِ امام میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا بن رسول اللہ مجھے بخش دیجئے اور اجازت دیجئے کہ دین سے کینہ رکھنے والوں کو قتل کروں اور شہادت کی سعادت حاصل کروں امام نے دعائیں دیں اور اس بہادر نے صفوں میں ڈوب کر جنگ کی اور شہید ہوا۔ آئینہ تصوف کے عقیدت مصنف اور شہداء کربلا کو ولی کامل سمجھنے والے مورخ نے ان کی بھی تاریخ پیدائش حاصل کی۔ وہ لکھتے ہیں کہ عروہ بن کبوشش حبشی ۹ سال قبل ہجرت ۱۴ شعبان روز جمعہ وقت دوپہر حبش میں پیدا ہوئے خبر نہیں کہ ۸۰ سالہ مرد میدان مرقد حر کے قرب میں سپرد خاک ہے یا گنج شہیداں تحت قبۃ اس کی ابدی خوابگاہ ہے۔ (الحسین ص۲۱۶)

روضہ مزار حضرت حُرؑ پر اس خادم دین کی چار مرتبہ کی سفر زیارت کے جو تاثرات ہیں وہ اگر سب نہیں تو پہلی اور آخری زیارت کے کوائف سے اطلاع ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پہلا سفر دسمبر ۱۹۴۰ء میں عالمِ شباب میں اکیلے ہوا اور اثنائے سفر میں علمی و تاریخی لحاظ سے سفرنامہ مرتب ہوکر زاد یوم التلاق

سفرنامہ عراق نام رکھا جس کے معنی یہ ہیں کہ اوّلین و آخرین کے باہم ملاقات کے دن روزِ قیامت میں کام آنے والا توشہ۔ یہ تصنیف میرے کتب خانہ میں اصل نسخہ آج بھی بحمداللہ موجود ہے اس سے روضۂ کربلا کی آبادی سے ایک فرسخ پر واقع ہے اور شبانؔ روز میں زائرین جب چاہیں فٹن پر زیارت کو جاتے ہیں عربی اصطلاح میں اس گاڑی کو کالسکا کہتے ہیں جو لوگ پیادہ چل سکتے ہیں وہ بھی روضہ پر جا سکتے ہیں اور گنبد ایک مختصر عمارت کی شکل میں دور سے دکھائی دیتا ہے دروازہ کے محراب پر امام کونین کا قول انت حرّ فی الدنیا والآخرۃ لکھا ہوا ہے جو فرزند فاطمہ پر جان نثار کرنے کا طرۂ امتیاز ہے یہاں کا گنبد سفالی ہے ضریح چاندی کی ہے جو مہاراجہ محمود آباد میر علی محمد خان مرحوم[1] کی فیاضی کا اثر ہے۔ مزار حضرت حُر کے متعلق ہے۔ ان بعض الملوک کشف عنہ فراٰہ معصوب الراس فحلھا لیاخذھا تبرکا فانبعث دم من جبینہ فشدّھا علی حالہ (ابصار العین ص۱۲۷) بعض بادشاہوں نے قبرِ حُر کو شگافتہ کی تو دیکھا کہ سر پر پٹی بندھی ہے پس اس کو کھول لیا تاکہ تبرک سمجھ کر رکھ لیں پیشانی سے خون جاری ہوا پس اسی طرح باندھ دیا۔

یہ کھلی ہوئی دلیل ہے اس بات کی کہ شہیدان راہ خدا زندہ ہیں ورنہ میّت کے جسم سے خون جاری نہیں ہو سکتا۔

روضۂ مبارکہ اور شاہان اودھ

یہاں پہنچ کر مجھے اودھ کی گذشتہ فیاضیوں کا کوئی ایسا اثر نظر نہ آیا کہ اس قبہ کی تعمیر میں بھی خزانۂ اودھ سے پندرہ ہزار روپے روانہ کئے گئے تھے چنانچہ

---

[1] وفات ۱۹۳۱ء

جد اعلیٰ حضرت علیین مکان اپنے ایک مراسلہ میں فرماتے ہیں :-

" دریں آوان سعادت و میمنت اقتران مبلغ ہزار روپیہ سکو کہ بسکہ بادشاہ جمجاہ خلد اللہ ملکہ بنابر تعمیر روضۂ طیبہ امامین ہمامین عسکرین علیہما السلام تقرر یافتہ بحکم سلطانی درباب ایصال ایں مبلغ براقل العباد صدور پذیرفت مترقب کہ رسیدی بران و جواب ایں رقیمہ بہ تعجیل عجیل لطف فرمایند و چوں رسید مبلغ پانزدہ ہزار روپیہ کہ منجملہ آں دہ ہزار روپیہ برائے تعمیر روضہ حضرت حر بود الی الاٰں فرسیدی بزودی روانہ فرمانید۔"

یہاں زائروں کو اہل دیہات کے بچے آکر گھیر لیتے ہیں اور پیسہ مانگتے ہیں ان پر ترس معلوم ہوتا ہے شاید ان کے والدین تنگدستی سے راحت پہنچا نہیں سکتے۔ اگر ممکن ہو تو زائروں کو چاہیئے کہ ان کے لئے روٹی لے جائیں ان سے زیادہ مستحق شاید ہی کوئی ہو۔

روضہ کے گرد کربلا کی طرح وسیع احاطہ ہے جو مزار کو گھیرے ہوئے ہے احاطہ کے باہر ان کی عاں کی قبر ہے جو فوج یزید کی طرفدار تھیں سال میں ایک مرتبہ آخری چہار شنبہ ماہ صفر کو اس روضہ میں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے چاروں طرف دُور تک چھولداریاں، خیمے، کجاوہ، محمل وغیرہ دکھائی دیتا ہے (تذکرۂ کربلا ص۴۳)

یہ ۴۸ برس پہلے کا میرا بیان تھا اب آخری زیارت میں روضۂ حُر پر افکار ملاحظہ ہوں اس کو بھی بارہ اور بارہ ۲۴ برس ہو چکے ہیں اس سفر میں عیال ساتھ تھے اور سفر نامہ الواعظ میں قسط وار طبع ہوا۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء کے نمبر سے مندرجہ ذیل اقتباس ماخوذ ہے۔

حضرت حُر جانے کے لئے خیمہ گاہ سے غربانہ اور موٹریں روانہ ہوتی ہیں اپنے سرمایہ کو دیکھتے ہوئے آپ جس سواری سے چاہیں جا سکتے ہیں اڈہ پہ پہنچ کر میں نے سُنا کہ گاڑی والے حرا حرا بلند آواز سے کہہ رہے ہیں غور کرنے پر ایک طالب علم نے بتایا کہ حُر دو لفظ بلند آواز سے ادا نہیں ہوتی اس لئے پکارنے میں

صاحبان زبان نے لفظ میں الف بڑھا کر تصرف کیا ہے کوئی زائر ایسا نہیں ہے جو زیارتِ حُر کو نہ جاتا ہو بعض نادار طبقہ کے شوق ثواب میں پیادہ ہی جلتے ہیں راستہ ریگستان ہے اور بعض اوقات گاڑی کے پہیئے مٹی میں دھنس جاتے ہیں اور غربانہ رک جاتا ہے۔

ہم اپنے دوست اور آدارہ الواعظ کے سابق کارکن مولوی سید احمد علی صاحب زید مجدہ کی معیّت میں روانہ ہوئے

روضۂ حُر کی عمارت کو مرزا احمد اور ان کے بھائی محمود نے ۱۳۴۰ھ میں تعمیر کیا ہے اور پھاٹک پر یہ قطعۂ تاریخ نصب ہے۔

بگفت بہتر ازیں شعر نیست تاریخے بحق عزت ایوان صحن حر شہید ۱۳۴۰

تقطیع پر زیارت خوش خط لکھی ہوئی ہے جو اگرچہ ماثور نہیں ہے مگر مناسب الفاظ ہیں مثلاً "یا من دنی بالسعادۃ الرابح یا من ترک الطغیان و فدی بروحہ الحسین الغریب العطشان۔

اے وہ جس نے نفع بخش سعادت حاصل کی۔ اس نے سرکشی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی اور اپنی روح کو پردیسی اور تشنہ حسینؑ پر فدا کر دیا۔

دُور دراز مقام پر دفن ہونے کا راز

سیرت جناب حُر میں یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ وہ نہ گنج شہیداں میں سپرد خاک ہوئے نہ حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی کی طرح رواق میں دفن ہوئے زندگی کے اس گوشہ پر میں نے سوانح عون بن علیؑ میں سیر حاصل بحث کی ہے جس کا یہاں پر نقل کرنا اشد ضروری ہے۔ کتابچہ مذکور طبع چہارم صفحہ ۲۳ میں ہے۔

حُر بن یزید ریاحی کی قبر حائر حسینؑ سے جانب غرب ایک فرسخ پر ہے جس کے بارے

میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن سالم ازدی کی رائے ہے " انہ استشھد عند مناۃ الغاضریہ وقبرھا قبرہ الاٰن " یعنی وہ غاضریہ کے نشیبی راستے میں شہید ہو گئے گئے۔ جہاں کہ اس وقت قبر موجود ہے۔

میرے نزدیک حُر کی لاش کا امام کے سامنے آنا ثابت ہوتا ہے۔ بنابریں ماننا پڑے گا کہ کسی خارجی وجہ سے حُر کی لاش اتنی دور پہنچائی گئی۔ فاضل سماوی کی رائے ہے کہ حُر کو اتنی دور بنی تمیم نے دفن کیا اور اپنے طریقہ پر نماز پڑھی ہو بنی تمیم اگر فوج پسر سعد میں تھے تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ تمام کے کشتگان نجس سے ان کو علیحدہ کیوں کیا۔

جس طرح سپاہ یزید کے تمام مقتولین میں کسی کا نشان قبر بھی باقی نہیں ہے حُر کا بھی نشان قبر نہ ہوتا اگر ان کے قبیلے کے لوگ علیحدہ سے آئے اور ان کے دل میں محبت اہلبیت تھی تو انسانی ہمدردی سے بہت دشوار بات ہے کہ وہ صرف حُر کو دفن کر کے چلے گئے اور دیگر شہداء کو دفن نہ کیا۔ حُر کا اپنے قبیلہ کے ہاتھ سے دفن ہونا اس مسلمہ کے بھی خلاف ہے کہ شہدائے کربلا کو بنی اسد نے امام زین العابدین کی نگرانی میں دفن کیا۔ ۱۱ محرم کے بعد بھی بنی تمیم کا دفن کرنا ممکن نہیں کربلا میں فوج شام میں جتنے لوگ بنی تمیم سے تھے وہ کوفہ روانہ ہو چکے تھے نیز کوئی وجہ نہ تھی کہ امام زین العابدینؑ حُر کی لاش کو دفن نہ کرتے پھر کیا تھا یہی روایت مشہور صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جب بعد شہادت حسینؑ فوج یزید نے کوچ کیا تو حُر کی ماں لاش کو کھینچتی ہوئی اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی اور کہتی جاتی تھی اے فرزند تو نے نصرت حسینؑ میں ناحق اپنی جان دی اس طرح ایک فرسخ تک گئی حُر نے (آخر شہید راہ خدا تھے) ایک پتھر سے ماں کو ہلاک کیا۔ حُر کا یہ فعل پتہ دیتا ہے کہ وہ اپنے دفن کی جگہ جانتے تھے تین میل سے پہلے ماں کو سزا نہیں دی۔ وہ منزل شناس تھے اور ان کا ایک پتھر ہلاک کرنے میں کافی ہونا یہ ہاتھ کی صفائی ہے ورنہ ایک

لہ خلاصۃ المصائب ص ۲۹۶ طبع نولکشور

پتھر سے مرجانا غیر معمولی بات ہے۔ حُر کی شہادت کے بعد ان کی ماں کا زندہ ہونا امام حسینؑ کے ارشادات ثکلتک امک سے ثابت ہونا ہے ان کی ماں کی موجودگی خالی از قوت نہیں سفر اوّل کے کوائف میں تذکرۂ کربلا کا اقتباس اور غدر ۱۸۵۷ کو عراق میں پناہ گزین کا یہ بیان کہ انھوں نے مادرِ حُر کی قبر بھی دیکھی جس کی تائید فاضل صالح کے قلم سے ہوئی۔

بظاہر ان کے زمانہ تک احاطۂ مزار میں ماں کی قبر کا نشان موجود تھا مجھے نہیں یاد آتا کہ کسی نے وقت زیارت کبھی رہنمائی کی ہو اس قول کی بناء پر مرتبہ حضرتِ حُر کا کمالات حضرت عباس سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ حر نے ماں کو سزا دی جو دشمنِ حسینؑ بھی اور ان کا جہاد بعد شہادت تھا۔ اب وہ اس جذبے کے حامل ہوتے ہیں جو آج تک حضرت عباس کے دل و دماغ میں موجود ہے وہ دشمنانِ دین کو سزا دیتے ہیں ترک کو طمانچہ علمدار کے ہاتھ سے صحیح ہے تو ان کے خادم حُر نے ماں کو سزا دے کر ہلاک کیا اور ناصرِ دین ہوئے

شہید کے پسماندگان

یہ ضروری نہیں کہ شہادت کا شرف حاصل کرنے کے بعد وہ نسل ختم ہو جائے جس پر قلم اٹھایا جا رہا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا باغ برباد ہوا اور کچھ تعجب نہیں کہ نسل میں کوئی نہ ہو۔ ماں گمراہ تھی جو ماتم کی صف پر نہ بیٹھنے کے جرم میں ہلاک ہوئی۔ وہ اس وقت قابل تعریف تھی جب گناہ سرزد نہ ہوا تھا شہید راہِ خدا کی میّت اور اس کی توہین نہیں۔ نہ ہی عظیم مرتبہ کو سبک سمجھنا مستحق قتل تھا۔ فرزند و برادر شہید ہو چکے ہیں بیٹیاں ناشاد و نامراد ہوگا کہیں پتہ نہیں۔

وہ شادی شدہ تھا اگر اپنا تھا نسل قطع کے واقعات شہادت میں صرف بیوہ کا پتہ

ثلہ تاریخ کامل صفحہ ۱۹ جلد ۴

چلتا ہے عورت وہ متضاد حیثیت کی ذات ہے جس نے اطاعت کی تو رُوح وجان، مخالفت کی تو طلاق کا تدارک مصیبت کا حل موجود ہے اور اسلام نام خوشگوار زندگی کا ہے۔ کچھ اللہ والے ایسے جو رفیق زندگی کی طرف سے نافرمانی کی ہواؤں کو اپنا امتحان سمجھ کر قوت برداشت سے کام لیتے اور صبر کرکے معاملہ خدائے قہّار و جبار پر چھوڑتے حضرت نوحؑ اور لوط اور جناب یونسؑ کی بیبیوں کا دشمن جان ہونا۔ کتاب وسنت سے واشگاف لفظوں میں ثابت ہے اگر تم کہو کہ ہم کو پچھلی اُمتوں کے پارینہ قصوں سے کیا تعلق ہے تو باب ماضی سے سبق لینے کے لئے قرآن حکیم میں مستقل سورۂ طلاق موجود ہے جو ہر گھر میں زن و شوہر کی بدمزگی کا حل ہے اور عوام اس کو ازار بندی رشتہ کہتے چلے آرہے ہیں اردو ڈکشنری سے لفظ دور نہیں ہو سکتی۔

اب رہی باوفا عورت وہ قدر شناس مرد کو اولاد سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اس لئے کہ وہ نسل کی بنیاد ہے اگر وہ نہ ہو تو اولاد کا ہونا ناممکن۔ عورت ہے تو اجداد کی نسل کا اساس قائم ہے ورنہ بزرگوں کا چراغ گُل ہوگا صرف یہی نہیں بلکہ اطاعت شعار رفیق زندگی تنہا دو گھرانے باقی رکھتی ہے اس کی ذات سے شوہر کا ددھیال اور ننھیال پہچانا جاتا ہے مگر عورت کی دو حالتیں ہیں کبھی شوہر کے سامنے سہاگن مر جاتی ہے۔ میر انیس کا مصرعہ "عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے" اور جو اپنے مرد کے بعد زندہ رہے وہ بدنصیب اور شوہر دار عورت کے بیچ میں بیٹھنے میں ذلت اٹھاتی ہے مگر یہ عام خواتین کا حال ہے۔ شہید کی بیوہ پوری قوم میں معزز ہوتی ہے اور اپنے سرتاج کی قربانی پر فخر کرتی ہے لوگ اس کو بلند درجہ دیتے ہیں۔ اور وقت گزرنے کے بعد وہ ملکہ سمجھی جاتی ہے ہم پر احسان ہے اس اہلِ قلم کا جس نے فوج شام میں زوجۂ حُر کا وجود تسلیم کیا اور قوم پر احسان ہے علامہ عنایت علی ساسانی مرحوم ومغفور وفات ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء کا جس نے صدر اوّل میں جبکہ لکھنؤ اکابر علماء سے چھلک رہا تھا اور ہیرے کے دور کا طبقۂ ثانیہ بام ارتقا پر نہ پہنچا تھا گیارہویں شب کو زوجۂ حُر کا کھانا لانا روایات ضعیفہ میں شمار ہوتی جنہیں مصنف

الدولہ لکھنؤ میں نواب آغا ابوالصاحب بانی سلطان المدارس کی بناء کردہ عظیم الشان مجلس میں روایت پڑھ کر مہر اسناد ثبت کی۔ اس روایت کی یادگار میں آج تک گیارہویں محرم کی رات کو کربلائے معلّٰی میں جلوس نکلتا ہے مدیر شیعہ اخبار لاہور اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں۔

"۱۱ محرم آج عورتوں کا ایک جلوس نکلا جس کے آگے زوجۂ حرؑ کھانا لئے خیمۂ اہلبیت کی طرف جارہی تھی۔ مرد اور عورتیں زار وقطار رو رہے تھے" (شیعہ لاہور محرم نمبر ۹۸ ۱۳ھ صفحہ ۵۹)

الغرض جبکہ حرؑ کی اولاد بھی کام آئی بعض مقاتل میں اس کے شہید ہونیوالے بیٹے کا نام بکیر لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قربانی کے بعد بے نام و نشان ہو گئے۔ جہاں حالات شہداء کربلا میں اس اطلاع کو ہم نے نظر انداز نہیں کیا کہ ان کی اولاد عرب میں موجود تھی، اور آج بھی ہے۔ وہاں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ وہ نثار ہو کر بے نام و نشان رہے۔ تاراج خیام کے بعد مرّہ بن مہاجر اور مہاجرین اوس و علی بن طعان و یزید بن رکاب نے پسر سعد سے کہا کہ ہم نے حسینؑ کو تیرے حکم سے قتل کیا ان کی عورتیں اور بچے بے آب و دانہ ہیں حکم دے تو ان کو آب و طعام پہنچائیں اگر اجازت نہ دی تو ہم جنگ کریں گے۔ عمر بن سعد نے خواہش منظور کی اور اس پر غور شروع ہوا کہ کون یہ خدمت انجام دے کسی بدبخت سے یہ ڈر کہ وہ بیوہ اور ستم رسیدہ خواتین تک پہنچ کر اپنے بہیمانہ مزاج سے سخت کلامی نہ کرے اور مظالم کی حد ہو چکی ہے اب تو انسانیت کا ثبوت دیا جائے وہ ظالم تو اس کام پر تعینات نہیں ہو سکتے تھے جنھوں نے بنی ہاشم کو قتل کیا لاوارث عورتوں کے سامنے ان کے گھر کو اجاڑنے والے ان کی گود خالی کرنے والے اس قابل نہ تھے کہ ڈیوڑھی پر جائیں طے پایا کہ عورتیں بھیجی جائیں مگر وہی خواتین جن کے شوہر اولاد فاطمہؑ کے خون بہانے میں شریک نہ رہے زن قیس و زن بن خارجہ دام عامر۔ ۲۰ عورتیں زوجۂ حرؑ کی قیادت میں پانی کی مشکیں اور کھانے کے خوان لے کر

چلیں ہیں عورتیں قبیلہ بنی اسد کی بھی شامل تھیں ان میں شرمندہ چہرے اداس صورتیں سراپا غم نسواں کا سوار دُور سے دیکھ کر اندیشہ تھا کہ آنے والے مرد ہوں اور پھر سیدانیوں کو لوٹنے کا ارادہ ہو یا اسی تاریکی شب میں اسیری کا سامنا ہو۔ ہم کو راوی کے بیان، تاریخ و حدیث سے کوئی بحث نہیں عقل یہ بتاتی ہے کہ شاہزادیاں شیر خدا کی بیٹی زینب کبریٰؑ کی نگہبانی میں ڈرے ہوئے بچے سو گئے ہوں گے کوئی زخم خوردہ لڑکی ممکن ہے کہ جاگتی ہو وہ پیروں کی چاپ سے سہم کر ماں سے لپٹ جائے اسد اللہ کی بیٹی بڑھ کر اس سپاہ کو روکے گی صبر کا لمحہ اب نہیں وہ ٹوٹی ہوئی تلوار ہاتھ میں لے کر یا نیزہ کی زد پہ روک سکتی ہیں آنے والے جب نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ آب و طعام آ رہا ہے یہ اٹھارہ جوانان بنی ہاشم کی حاضری ہے۔ فوج دشمن کے آنے سے کیا تلاطم ہوتا کہ اس منظر نے دل دکھایا۔ یا علی اصغر تشنہ لب ذبح ہوئے قاسم و اکبر پانی مانگتے رہے شمر سے سوال آب ہوا اور اب پانی آیا۔

سینہ زنی کا وقت منہ پہ طمانچے مارنے کا محل تھا کہ زوجۂ حر پہ نظر پڑی اس کے شوہر کی قربانی کے تصور میں ہاشمی جہانداری کا جذبہ خیالات کو یک قلم بدلتا ہے اس کے رُکے ہوئے آنسو رخساروں پہ جاری ہوتے ہیں اشکباری کو بدعت سمجھنے والوں کے بیچ سے نکلی۔ شوہر اور برادر و فرزند کو روتی نہیں۔ اپنی بیوگی کا شکوہ کہاں عروس قاسم کا رنڈاپا، علی اکبر کی جوانی کا ماتم ثانیٔ زہراؑ کا انصاف اپنے جہان حرؑ کے پرسہ کو فراموش نہیں کر سکتیں۔ اصل ماخذ میں یہ بھی ہے کہ تیس خواتین میں بعض نے شوہروں کے مظالم پر اپنے راضی نہ ہونے کا اظہار بھی کیا یہ معذرت قابل قبول ہے ایک کا بوجھ دوسرے پہ بار نہیں ہو سکتا بیشتر عورتیں تو واپس ہوئیں مگر زوجۂ حرؑ اور خواہر ہاشم بن عتبہ اہل حرم کی خدمت میں رہیں (موسع العلوم جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ مطبع جعفری طبع سوم) زوجۂ حرؑ کب تک رہی۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس کو بھی قید کیا ہو۔ محترم بیوہ تیرے نام پہ بھی

پردہ۔ حالات پردۂ خفا میں امام زماں غیبت میں ہیں ہم کس سے پوچھیں قوم بتائے اور عزاداران حسینؑ اس سوال کا جواب دیں کہ شب یازدہم زوجۂ حرؑ حاضر ہوئی تو وہ بھی فاقہ سے تھی یا سیر و سیراب تھی۔ شوہر کے غم کو اگر جانے دو تو نوجوان فرزند بھی کام آیا ہے عقل میں نہیں آتا کہ دو خون جس عورت کے گھر میں ہوں وہ کھانا کھائے ٹھنڈا پانی پیئے۔ بیٹے کا غم عربی عورت کے لئے نظم و نثر دیکھو۔ ضرب المثل ہے اور جہاں غم و الم کی لہر ہو کسی کا شدت حزن میں برا حال ہو۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زن پسر مردہ کی طرح رو رہی ہے یا۔

علامات مومن کی حدیث پر قلم روکتا ہوں۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ مومن کامل کی چار پہچانیں ہیں۔

غذا اس کی بیماروں کی ایسی کم سے کم ہو اور سونا اس کا بستر خواب پر مثل غرق آب ہونے والے مسافر کے ہو اور نشست اس کی ایسی ہو جیسے سولی دی جانے والی ہو اور گریہ اس کا اس شدت کا ہو جیسے وہ ماں روتی ہو جس کا بیٹا مر جائے (اقتباس الانوار) شکم سیر ہونے سے پہلے دسترخوان سے اٹھ کھڑا ہونا حفظ صحت کا اعلیٰ اصول ہے عزائے حسینؑ نے گریہ و بکا کا خوگر کیا اور رونا مستقبل کا پیام سرور ہے زوجۂ حرؑ کا شوہر و فرزند فوت نہیں قتل ہوا ہے وہ زن پسر مردہ اور بیوہ ہے دوہری سوگوار ہے زوجۂ حرؑ کی بیوگی پر اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ یزیدیت سے بعید ہے کہ وہ اپنے خیمہ میں واپس ہوئی ہو۔ مادر حرؑ کی ناراضگی کا اس کو علم ہوگا۔ یزید ایسا رحم دل نہ تھا کہ وہ اپنی فوج سے کٹ جانے والے حرؑ کی سزا کو معاف کرے اور فوج شام کو زوجۂ حرؑ سے ہمدردی ہو۔ گردوپیش یہ کہتا ہے کہ وہ بھی اسیر ہوئی اور سختیوں میں اہل حرم کا ساتھ دیا۔

یہ میرے تاثرات تھے جو بڑی مشکل سے سپرد قلم کر دیئے۔ خود لکھا اور آنے والے احباب سے لکھوایا۔

مصادر

ان تمام افادات کا ماخذ حسب ذیل کتب ہیں: آئینۂ تصوف

ارجح المطالب، ابصار العین، اقتباس الانوار، کشکول کانپور

ارژنگ چین منشی دیبی پرشاد انسپکٹر مدارس بلغ دیہار، ناچیز کی غیر مطبوعہ کتاب علم الخط پر تذکرۂ کربلا سفرنامہ قدیم التوحید طہران کا عربی مجلّہ جو ہر دو ماہ بعد چھپتا ہے تشیید المطاعن، حلیۃ المتقین فارسی، ریحان غم مراثی میر انس و وحید جلد اوّل طبع ۱۳۰۹ھ زاد التلاق سفرنامہ عراق، سنن داؤد عربی، خلاصۃ المصائب شرح دیوان غالب صحیفۂ کاملہ مترجم مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری، فوائح الجنان لغات کشوری، مجمع البحرین طریحی عربی، معجم الطالب، لغت عربی، موسع العلوم متفق اُردو، ناسخ التواریخ جلد، سفرنامہ تفضل حسین اناؤوی الواعظ شہریہ علیہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

باب المراثی

میاں دلگیر

حُر جب آیا شہ کی خدمت میں سنی آوازِ غیب　　نام تیرا ترجمہ ہے نام سے آزاد کا

میر ضمیر

حضرت نے حُر کی فوج کو سیراب کر دیا　　عادت ہوئی دُختر کرم کے کریم سے

میر انیس

لی رسائی بخت حُر نے جب تو پہنچا شہ کے پاس　　آگیا خود راہ پر جنت کا رہبر دیکھ کے

سید محمد کاظم جاوید

دعائیں شاہ کو اپنے پرائے دیتے ہیں — سپاہِ حُر کو جو پانی پلائے دیتے ہیں

مونس

آئی تھی صدا حُر کو نکل فوجِ شقی سے — فردوس کی خواہش ہے تو جا فوجِ خدا میں

میر علی محمد عارف نبیرہ نفیس

شب کا آیا تھا کہ حُر ہو گیا فی الفور سہی اور — کر دیئے الفت شہ نے کچھ طور ہی اور

حیدر مرزا ادب لکھنوی مرحوم

کربلا میں اسد اللہ کا پیارا آیا — حُر مع فوج اسی وقت قضارا آیا

میر عشق

دی راہ میں ہے صدا حُر نے اہلِ شام کو — تارہ وہ ہوں جو پہلے نکلتا ہے شام کو

مجاور حسین تمنا مرحوم

کی مسکرا کے شہ نے جو حُر کی خطا معاف — ایسا خجل ہوا کہ پسینا سا آ گیا

پروفیسر ضامن علی الہ آبادی مرحوم ایم اے صدر شعبہ یونیورسٹی

مرتبہ یہ حُر کو بخشا خوبیٔ تقدیر نے — خود صفِ ماتم بچھائی شاہ کی ہمشیر نے

ڈاکٹر خاور نگرامی

حُر و حبیب بن مظاہر نے دوستو — جاں دے کے زندگی کا گلستاں بچا لیا

شارب لکھنوی

حُر سا گنہگار بھی سایہ میں آ گیا — کتنا مرے حسین کا داماں بلند ہے

سید کاظم حسین قمر دکھنی

کہا یہ حُر نے کہ پانی دو ظالموں شہ کو — مسافروں پہ کہیں بندِ آب کرتے ہیں

خاور کربلائی

رفقائے شاہ کے ارباب ہمم تھے کیسے
تذکرے چھوڑ گئے اپنے وفاداروں میں

قدسی جائسی

قرآن سے عیاں ہے سرفرازی اُس کی
مشہور جہاں ہے کارسازی اُس کی
شہ نے حُر کو کر دیا رشکِ ملک
اللہ رے گناہگار نوازی اس کی

آرزو

گھر سے حُر نکلا جو قسمت آزمانے کے لئے
راہ دوزخ سے ملی جنت میں جانے کے لئے

میر علی نقی صفی

خلد پہنچا سپہ شہ کا ہراول بن کر
راہ پر جب حُرِ غازی کا مقدر آیا

نواب جعفر علی خاں اثر

سر ہے اس کا اور زانوئے جگر بندِ بتولؑ
حُر کے بھی کیا مرتبے اللہ اکبر ہو گئے

سید علی احمد رضوی کاتب گوپال پوری

حُر نے عجلت کی کہ پہنچوں جلد اب سوئے امام
ہو چکا جب ہر دم صف آرا شہ کا لشکر دھوپ میں

حبیب محترم سید علی اطہر مرغوب چاندپوری مرحوم

حُر نے کہا نہ مرکے بھی چھوٹیں گے یہ قدم
حاصل مجھے جب آپ کی قربت ہے اے حسینؑ

ولایت گورکھپوری حنفی

میدانِ کربلا میں سیّد کا ساتھ دے کر
حُر ہو گیا بہشتی تقدیر ہے تو یہ ہے

سید مختار حسین زیدی محمود آبادی

صبح عاشور عجب انداز سے آیا تھا حُر
دست بستہ، سر خمیدہ آنسو آلودہ تھے نین

آپ مولانائے محترم مرحوم و مغفور کی قلمی کاوش پڑھیں جو میری فرمائش پر الواعظ
۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی وہ محققانہ انداز ہے جس سے متاثر ہو کر میں نے پیش لفظ میں غیر معمولی

طول دیا۔ آج وہ زندہ نہیں ہیں۔ مگر الناس موتٰے واہل العلم احیاء۔ جناب مرحوم کا مختصر حال بھی آپ نے دیکھا۔

آغا مہدی رضوی

۲۴ ماہ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ۔ کراچی

ہماری کتابیں

سوانح شاہزادہ علی اکبرؑ "نور نظر" ——— روپے

"سکینہ بنت الحسینؑ" جس کی مقدس سیرت پر عہد شمر سے آج تک کسی نے اپنی بکواس کا جواب لاجواب نہ دیا تیسرا ایڈیشن ختم ہو رہا ہے ——— روپے

— سوانح حضرت عونؑ بن علیؑ۔ پانچواں ایڈیشن اضافہ کے ساتھ اور قبیلۂ اعوان کو مصنف کا پیام۔ ——— روپے

— مخدرۂ عظمیٰ حضرت شہر بانوؑ کی روایت پر مجتہدانہ تبصرہ۔ آیۂ قرآن کی روشنی میں
طبع اوّل روپے طبع دوم معہ اضافہ روپے

— زعفر جن۔ کربلا کا محروم ناصر اور اس کی خدمات قوم جن پر حقائق روپے

— کربلا والوں کی چھوٹی ہوئی فرد" پاکدامان" لاہور پر نئی کتاب خرات حسان تل زینبیہ کا عکس ——— روپے

— ہندوستان میں شیعہ قوم کے پہلے مجتہد سوانح غفران مآبؒ۔ لکھنؤ کے آثار قدیمہ کے فوٹو ——— روپے

— تاریخ لکھنؤ (۴ سو صفحات) باتصویر جلد اوّل ——— روپے

جلد دوم (۳ سو صفحات) ——— روپے

— "اطلاعات و تاثرات" ادارہ کے عزائم میں لائبریری اور میوزیم پر بحث اور قوم سے فرمائش گناہان کبیرہ سے بچو۔ (انگریزی و اردو) ——— روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا صاحب العصر والزمانؑ المدد

قسم خدا کی بڑا نیک کام کرتے ہیں
غمِ حسینؑ کا جو اہتمام کرتے ہیں

نام کتاب

حسینؑ حسینؑ

مرتبہ و مؤلفہ

محمد وصی خاں

شخصیتِ امام عالیمقام پر حیرت انگیز معلوماتی تحقیقی بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے۔ ہزاروں سال کی محنت، ہزاروں سال کا نچوڑ اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل کیا ہوا مواد ـــــــــــ

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ کھارادر کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ

حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ شہید حسینؑ

تاریخ کی مناسبت سے سلسلہ وار مجالس
سوز، سلام اور مرثیوں کی بیاض

بیاض تسکین زینب سلام اللہ علیہا

مرتبہ: محمد وصی خان

رباعی، سوز، سلام اور مرثیوں سے ترتیب دی ہوئی تاریخ کی مناسبت سے کامیاب مجالس کا مجموعہ جسکو پہلی بار یکجا کیا گیا ہے۔

ہندوستان و پاکستان کے نامور سوز خوان
حضرات کے بستوں کا نچوڑ
سوگوار بہنوں کے لئے نایاب تحفہ

ناشر: رحمت اللہ بک ایجنسی
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰ - فون ۲۴۳۱۵۷۷

الحر بن یزید الرّیاحی التمیمی الیربوعی

کان الحر شریفاً فی قومہ جاھلیۃ واسلاماً فان جدہ عتاباً کان ردیف النعمٰن وولد عتاب قیساً وقعنباً ومات فورث قیس فلنعمٰن ونازعہ الشیبانیون فقامت بسبب ذالک حرب یوم الطخفۃ والحر ھو ابن عم الاخوص الصحابی الشاعر وھو زید بن عمر بن قیس بن عتاب وکان الحر فی الکوفۃ رئیساً ندبہ ابن زیاد لمعارضۃ الحسین فخرج فی الف فارس۔ ابصار۔

حُر کی خاندانی اور ذاتی شخصیت

حر خود اور ان کے آباد اجداد پورا خاندان اور پورا قبیلہ عرب میں ایام جاہلیت سے لے کر اسلامی عہد تک اشراف میں شمار کیا جاتا تھا۔ ان کے دادا عتاب نعمٰن بن منذر کے ردیف تھے اور روادفت بمنزلہ وزارت ہے کیونکہ ردیف بادشاہ کے داہنے پہلو میں بیٹھتا ہے اور لجام بلجام سوار ہوتا ہے اور دستر خوان شاہی پر بادشاہ کے بعد سبقت طعام و شراب وہی کرتا ہے پھر اور

اہل جلسہ اس کا اتباع کرتے ہیں اور بادشاہ کی غیبت میں وہی مجالس حکومت میں اس کی نیابت کرتا ہے اور یہی منصب جلیلہ روافت تھا جس کا افتخار مالک بن نویرہ یربوعی شہسوار یکہ تاز صحابی مایہ ناز رسالت کو حاصل تھا جو خلافت اوّل میں ان کے حکم اور ان کی شدید واکید طاقت سے ان کے سپہ سالار خالد بن ولید کے ہاتھوں بڑی مظلومیت سے مقتول ہوا اور اعلان اسلام کرتا ہوا جام شہادت پی گیا اور اس کے بعد اس کی زوجہ پر قبضہ کیا گیا۔ جو حسن میں شہرۂ آفاق تھی مالک اشراف وابطال عرب سے تھا اور اسی خاندان و قبیلہ کا چشم و چراغ حر تھا اور مالک ہی طرح قدیمی اعزاز وافتخار و وقار اور وجاہت کا مالک تھا اور بلا اشکال تمام عرب میں اس کے آباؤ اجداد کے لئے روافت آل منذر ملوک الحیرہ حاصل تھی اور اسی روافت کے سبب سے حر کے قبیلے بنی یربوع اور آل منذر کے مابین وہ مشہور و معروف واقعہ پیش آیا۔ جس کو یوم طنخفہ کہتے ہیں۔

طنخفہ جس کا مجمل واقعہ یہ ہے کہ عتاب کے دو بیٹے قیس و ثعلب تھے عتاب کے بعد قیس حر کا چچا رفادۃ لعمن پر فائز ہوا۔ شیبانیوں نے اس امر میں اس سے نزاع کی اور اسی سلسلہ میں جنگ یوم النخفہ یا (طنخفہ) برپا ہوئی۔ حر اخواص صحابی رسول و شاعر کا چچازاد بھائی تھا۔ جس کا نسب یہ تھا۔ زید بن عمر بن قیس بن عتاب۔ یہ شخصیت تو اس کی آبائی شخصیت تھی۔ یعنی وہ تو بڑوں کا رئیس تھا۔

اب لیجئے حر کی ذاتی شخصیت یہ تھی کہ وہ رئیس و شریف اور یکے از ابطال کوفہ تھا۔ رئیس ربع از ارباع کوفہ تھا۔ کوفہ دو ٹکڑوں میں تقسیم تھا۔ ہر ٹکڑے کو ربع کہتے تھے۔ اسی طرح بصرہ پانچ حصوں میں تقسیم تھا۔ اخماس

لبڑہ کہتے ہیں اِن حصوں کا ایک ایک سردار ہوتا تھا اوران کے ماتحت مختلف اورکثیر قبائل حر کی منزل وشخصیت سمجھانے کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ وہ ارباع کوفہ کے رؤسا میں سے ایک ربع کا رئیس تھا۔ اور بنفسہٖ اتنی بڑی ، وجاہت کا مالک تھا۔ اور وہ ربع۔ جو عظیم ترین قبائل اوراپنی کثرت وتعداد شان وشوکت میں ممتاز ویکتا اور مہارت حربی میں مشہور آفاق شہسواری میں ضرب المثل غرض کہ ہر نہج سے باقی سہ ارباع پر تفوق رکھنے والا اور حر اس اعظم ترین قبیلہ کا رئیس اعظم اوراس زیادہ کی نہج سے وہ خود جس قدر اپنی شجاعت ودیگر صفات رئیسانہ میں اپنے ہم چشم اور ہم عصر رؤسا رامراء اور والیان امرئیں اور اشراف اہل عراق میں تقدم ذاتی اور شرف وفخر مکاں ومنزلت رکھتا ہوگا اور سرآمد ہستیوں میں سرآمد ہوگا۔ وہ اس کے منصب اس کی پوزیشن سے ظاہر ہے لکھا ہے کہ وہ اشجع اہل عراق تھا۔ اس کو ہم بعد میں لکھیں گے۔ اس شجاعت کا باب بہت طویل ہے۔

حر منظور نظر ابن زیاد تھا اوراس لعین نے اس کو ہزاروں سواروں کے دستہ کا سپہ سالار بناکر امام حسین کو روکنے کے لئے اور اس مقصد عظیم کے لئے کتنی بھاری شخصیت درکار تھی۔ جو اتنی بڑی فوج کو کنٹرول کرسکے۔ اور زیر فرمان رکھ سکے۔ بقول عنصر شجاعت ایسی فرد فرد نہیں کہلاتی۔ بلکہ وہ خود تن تنہا ایک قومی جماعت سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یعنی ہزار نفر کی قوت معادل حر اکیلا تھا جو اپنے کو ایسی بزرگ شخصیت کا مالک دیکھ رہا تھا کہ ہزار آدمیوں کی قوت کے برابر قوت اپنے زیر فرمان قبضۂ قدرت اور حیطۂ تصرف میں موجود ہے۔ مگر باوجود اتنی زبردست شخصیت وتمکنت کے قدم قدم پر تصرفات امامت وقوت قہاریہ امامت کے سامنے اپنے کو سپر انداختہ پارہا تھا۔ ناظرین کرام اتنی بڑی قوت کا فوج یزیدی سے ٹوٹ

کرسپاہ امام کی طرف منتقل ہونا، امام کے ٹوٹے ہوئے دل کے لئے جس قدر ـ ـ ـ ـ کا باعث ہوئی ہوگی ـ وہ محتاج بیان نہیں۔ حر کی ڈھارس شہداء کا ولولہ ـ ـ کی مسرت کا اندازہ مشکل ہے۔ حر کا آنا دشمن کے لشکر سے ٹوٹ کر اس کا ـ ـ نہ تھا بلکہ ہزار گونہ قوت کے ساتھ آنا تھا۔ اور دراصل یہ اس کا عظیم کا ـ ـ اور نادار الوجود بصیرت کہ اتنی بڑی وجاہت پر ٹھوکر مار کر دنیوی آبرو کو ہیچ سمجھ کر دینی آبرو حاصل کی۔ حر جہاں جہاں امام سے دبا ہے اور اپنے کو لاچار پایا ہے اس سے قوت وقدرت وتصرف وہیبت وجلالت امامت کا اندازہ کیجئے اور اتنے گراں لشکر اور اتنی زبردست قوت اور شان وشوکت کے باوجود اس کی آہنی سپر اندختگی اس کے رجحان قلب وعقیدہ مذہبی محبت دینی مودۃ القربیٰ پر استدلال کیجئے اعضا اس کے ابن زیاد کے ہاتھوں بکے ہوئے تھے دل عظمت ـ ـ کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اعضاء وجوارح پابند تھے۔ مگر دل آزاد تھا ظاہر اس کا مطیع سلطان جابر تھا باطن پر حکومت اولی الامر تھی اس کی ہر رفتار ہر روش اس کے کتمان ایمان وعقیدہ کی چغلی کھا رہی تھی۔ اور ایک مبصر ومنقد کی نقاد نظر اس کے ـ کے پردہ کو چاک کر رہی تھی۔ وہ ہر ہر موقع پر امام پر اپنے عقیدۂ مذہبی کو عرض کر رہا تھا اور اپنے پیشوائے برحق کو اپنی عقیدت مذہبی کا یقین دلا رہا تھا۔ اور غایت احترام وتعظیم وتکریم بجیل سے اپنے مظاہرات اور ظاہری سخت گیری کے وجود کو اپنی منصبی معذوریوں کو جتا کر ان سے عفو وکرم کی درخواست کر رہا تھا۔ وہ حسین کو پلٹ کے کلمہ بکلمہ جواب دینا تفیح حرمت امامت جانتا تھا اور اپنی ماں کے بالاعلان ذکر کے جواب میں حسینؑ کی مادر گرامی فاطمہ زہرا کا نام لینا بے دینی سمجھ رہا تھا۔ وہ ابن زیاد کی طرف سے اتنی شدت مراقبت اور سخت ترین نگرانی کے باوجود جاسوسوں کی خبر رسانی کے کھٹکے سے بے پروا ہو کر ایک وقت

کی نماز امام زمانہ کے پیچھے ترک کرنے کو گمراہی اور اضاعت صلوٰۃ سمجھ رہا تھا۔ غرض کہ اس کا ہر فعل اس کی محبت خلوص اخلاص وحقیقت مذہب عقیدت امامت کو بے نقاب کر رہا تھا۔ اس نے کوئی دقیقہ آتش فتنہ کو بجھانے اور حسینؑ کی جان بچانے اور مواد صلح فراہم کرنے کا اٹھا نہیں رکھا اور وہ محب صلاح وا صلاح ہو کر امام حسین کے خون بہنے کا کسی طرح متہم نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے اعمال و افعال اقدامات مبغضانہ ثابت ہو سکتے۔ حر کے مذہب پر ہم تفصیل سے بحث کریں گے۔ یہاں اتنے پر ہی اکتفا مناسب ہے۔

حُر کی ولادت کے سلسلہ میں

ہم کو کوئی روایت معتبر ایسی نہیں ملی کہ ہم الواعظ کے ایسے علمی رسالہ میں بیدھڑک درج کر دیتے۔ آئینہ تصوّف کے سنّی مولوی نے ۱۸ ذی الحجہ الحرام روز چہارشنبہ وقت فجر ان کی تاریخ بتائی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ وہ دمشق میں متولد ہوئے۔ روضہ خوانوں اور قدیم رنگ کے ذاکروں سے سنا ہے کہ حُر دعا امام حسین علیہ السلام سے پیدا ہوئے تھے اور یہی تذکرہ اس کے لئے باعث ہوا کہ عنان توسن سبط نبی پر اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ لجام چھوٹ گئی۔ اور اس نے ہاتھ اٹھا لیا۔ جبکہ امام مراجعت پر مصر تھے (قصر بنی مقاتل میں) اور وہ راہ روکنے اور گھیر کر ابن زیاد تک پہنچانے پر مصر تھا۔ حضرت نے فرمایا کیا تو نے کبھی اپنے ماں باپ سے سنا ہے کہ تو کس کی دعا سے پیدا ہوا ہے۔

حُر کے امام حسینؑ کے ساتھ مبادی حالات

صاحب عنفر شجاعت شیخ ابن نما کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

حر جو منظور نظر ابن زیاد تھا۔ اور ہزار سواروں کے دستہ کے ساتھ راہ امام حسین رد کرنے پر مامور تھا جیسے ہی قصر ابن زیاد سے نکلا اور بقصد حسینؑ چلا۔ اس نے عقب سے منادی کی ندا سنی۔ (ابشر یا حر بالجنۃ) اے حر جنت مبارک باد پلٹ کے دیکھا کسی مبشر کو نہ پایا دل میں کہنے لگا کہ یہ بشارت کیسی میں تو حسینؑ کی راہ روکنے جا رہا ہوں تو جنت کا تو اس کے دل میں تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے انجام سے باخبر نہ تھا) ہاں جب وہ خوش انجام فضل خدا سے بگڑ کے بنا اور خدمت امام میں تائب و لرزاں حاضر ہوا اور اس قصہ بشارت عظمیٰ کو بیان کیا۔ تو امام عالی مقام نے فرمایا (لقد اصبت اجراً و خیراً تو نے اپنے اجر و خیر کو خوب پہچانا اور اس تک خوب پہنچا۔ واقعی اس کے تفرس توسم کی داد نہیں دی جا سکتی۔ جس قبولیت توبہ کو وہ اپنی نظر میں خود مشکوک سمجھ رہا تھا اس کو پانا بڑی نعمت کا پانا تھا۔ الغرض عنصر شجاعت میں ابو مخنف سے روایت ہے کہ دو اسدی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کاروان حسینی سے آکے ملے۔ اور حضرت کے ہم عنان و ہم رکاب ہو گئے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ منزل شراف میں اترے حضرت نے اپنے نوجوانوں (عباس السقا) کو بوقت سحر پانی بکثرت فراہم کرنے کا حکم دیا۔ امام علم امامت کے بموجب مہمانوں کی تواضع اور سیرابی کا انتظام فرما رہے ہیں۔ حضرت کے ساتھ ظروف آب کی کثرت جو حر کے لشکر کو سیراب کر سکے اور عباسؑ کا حسن اہتمام اور سلیقہ سقایت کہ اتنی بڑی جرار فوج کی تشنگی بجھانے کے بعد خود اپنے لشکر کو آئندہ منازل غیر آب تک پانی کافی طور پر فراہم ہو سکے اور قحط آب سے کربلا نہ بچ سکے۔ بچوں اور عورتوں کا ساتھ ہے۔ بے آب دگیاہ منازل یہ امور قابل نظر ہیں۔ بہر حال فرسوا صدر یوم محرم اول موسم بطور رسم چلے یہ ایک مشہور و معروف رقائے ہے۔ جس سے اثنائے ستونداں بواسطہ شدت حرکت جگر بہر رہ جاتا ہے) حتی انتصف النھار یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی تکبیر

رجل منہم ان میں کسی نے باآواز بلند تکبیر کہی ۔ فقال الحسینؑ اللہ اکبرلم کبرت ۔ حضرت نے تکبیر سے تکبیر کا جواب دیکر وجہ تکبیر پوچھی اس نے کہا کچھ نہیں ۔ مجھے تو جیسے نخلستان نظر آرہا ہے ۔ یہ دونوں اسدی بولے ہمارے علم میں یہاں تو کوئی نخلستان نہیں حضرت نے فرمایا کہ پھر تمہارے نزدیک اس نے کیا دیکھا ۔ ان دونوں نے کہا ۔ اس ہوادی الخیل ، اے حضور میرے خیال میں تو اس نے سواروں اور گھوڑوں کے سر و گردن کو دیکھ کر نخلستان کا شبہ ظاہر کیا ہے ۔ فرمایا بخدا مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے ۔ خیر یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی جائے پناہ ہے ۔ جسے پشت بسر کی طرف بے لیں اور صرف اپنے سامنے سے ان کے مقابل ہوں اور ایک ہی طرف سے مقابلہ کی نوبت آئے وہ بولے ۔ ہاں ہاں ہے کیوں نہیں ۔

ھذا ذوحسم عن یسارک ۔ یہ کیا آپ کے بائیں جانب ذو حسم کی پہاڑیاں موجود ہیں اسی طرف رخ فرمائیے ۔ اور مڑ چلیے ۔ اگر ان سے پہلے وہاں پہنچ گئے ۔ تو حسب دلخواہ جگہ قبضہ میں آگئی ۔ حضرت بائیں طرف مڑے سب ساتھ ساتھ چلے تھوڑی دیر میں واقعی سر و گردن اسپ و سوار نظر آنے لگے ۔ اس طرح کہ ہم نے انہیں خوب پہچانا اور ہم ان سے منحرف ہوئے ۔ فعدلفا عنہم فعدلوا ۔ جب ہم مڑے تو وہ بھی اسی طرف ہمارے ساتھ مڑے یہ لوگ اس قدر دواں و رواں و شتاباں آرہے تھے کہ " کان استہم ایہا دسیب وکان رایاتہم اجنحۃ الطیر " کہ گویا ان کی سنانوں اور نیزوں کے سروں اور انیوں سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ پیدا ہی تھی اور ان کے پرچموں سے طائر اڑنے کے وقت اس کے بازوؤں کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آ رہی تھی (لشکر کی کثرت رفتار دکھائی ہے) راوی کہتا ہے کہ ہم ذی حسم میں پہنچنے میں ان میں سبقت لے گئے وہاں پہنچ کر سراپردے خیمے برپا کر دیئے ۔ پھر وہ لوگ بھی پہنچے معلوم ہوا کہ حر ہے وہ مع ہزار سواروں کے دستہ کے اس گرمی میں وقت ظہر امام کے سامنے کھڑا ہو گیا

اس وقت خود امام اور ان کے اصحاب کرام کی شان یہ تھی کہ معتموں منتقلدوا سیافہم عب سروں پر عمامے لپیٹے تھے شمشیریں کمر سے لٹکائے تھے۔ اور اپنے برپا شدہ خیموں کے سامنے کھڑے تھے

فقال الحسینؑ لاصحابہ استقوا القوم وارووہم من الماء ورشفوا الخیل ترشیفا۔ حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا ہوا انہیں پانی پلاؤ اور سیر و سیراب کرو اور ان کے گھوڑوں کے سامنے طشتوں میں پانی رکھو یہاں تک کہ انہوں نے خوب چھک کے پانی پیا۔ "کانوا شاکین فی السلاح لا یری منہم الا الحدق" وہ لوگ غرق اسلحہ تھے بجز حلقہ چشم ان کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ بہرحال خادمانِ امام نے فوراً حکم امام کی تعمیل کی اور ان کے تمام تصعات اور قدحات طشتوں اور چھاگلوں اور سارے پانی کے ظرفوں کو چھلکا دیا اور جل تھل کر دیا۔ پھر جب سواریوں کی نوبت پہنچی تو ایک ایک فرس کو مکرر سہ کرر پانی دیا۔ جانور جب تین تین چار چار، پانچ پانچ بار پانی سے منہ ہٹا لیتے تھے تب سامنے سے طشت ہٹایا جاتا تھا یہاں تک کہ اول سے لے کر آخر تک فرداً فرداً اسپ کو خوب سیراب کیا اور انکا ایک اسی جلتی دوپہر یا دھوپ کی شدت اور سفر کی تعب سے لشکر حر پیاس کی شدت سے بدحواس ہو رہا تھا۔ علی بن طعان کے واقعہ سے اس ایثار امام اور اخلاق و مہمان نوازی فرزند خیر الا نام میں اور جان ڈال دی ہے۔ وہ خود ناقل ہے کہ میں بچھڑ گیا تھا۔ فرزند ساقی کوثر نے میرے پہنچنے پر جب میری اور میرے فرس کی غلبۂ عطش سے بے تابی اور بدحالی دیکھی اور مجھے سہولیت سے پانی پینے کا امر فرمایا۔ میں آپ کے کلام کو سمجھ نہ سکا کئی مرتبہ کی فرمائش و فہمائش کے بعد مجھے اور میرے گھوڑے کو اپنے ہاتھ سے سیراب فرمایا اس اخلاقی فیض رسانی اور جلے بھنے کلیجوں کو ٹھنڈا کرنے کا جو کچھ غیرت عربی اور انسانی احسان شناسی کے جذبہ اثر ہونا چاہیئے۔ وہ حر اور اس کے لشکر پر ہوا اور

ضرور ہوا۔ دا صبح کو حر اس وقت قادسیہ سے آرہا تھا۔ جب امام کی خبر آمد سن کر ناکہ بندی کی گئی اور حصین بن تمیم کئی ہزار سواروں کے ساتھ رسالہ کے ساتھ امام حسین کی راہ روکنے کے لئے آگے بڑھایا گیا۔ مقتل خوارزمی میں ہے کہ لشکر حر کی سیرابی کے بعد امام حسین نے لشکر حر سے خطاب کیا۔

ایھا القوم من انتم قالوا نحن اصحاب الامیر عبید اللہ بن زیاد فقال و من قائدکم قالوا الحر بن یزید الریاحی التمیمی فناداہ الحسین یا حر الینا اھ علینا قال الحر بل علیک یا ابا عبد اللہ فقال الحسین لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اے قوم آخر تم لوگ ہو کون کہاں سے آرہے کہاں جارہے ہو۔ ہو کیا ارادے ہیں) وہ بولے ہم لوگ ابن زیاد کے اصحاب ہیں فرمایا تمہارا قائد کون ہے عرض کیا گیا حر۔ حضرت نے حر سے پکار کر پوچھا۔ آیا ہمارے موافق یا مخالف کہا آپ کا مخالف بن کر آیا ہوں۔ لاحول و لاقوۃ حتی دنت صلوٰۃ الظہر۔ یہاں تک کہ وقت ظہر آگیا۔ حضرت کا اشارہ پاکر حجاج بن مسروق موذن حسینی نے اذان دی۔ اتنی دیر میں حضرت کپڑے بدل کر خیمہ سے برآمد ہوئے (بازار و عباد نعلین) ردا دوش اقدس پر تھی۔ لباس سفر اتار دیئے تھے۔ حضرت نے مابین اذان و اقامت خطبہ فرمایا۔ فحمد اللہ قائما متکأ علی قائم سیف کھڑے ہو کر قبضۂ شمشیر پر ٹیک دیکر خطبہ پڑھا۔ داثنیٰ علیہ پس از حمد و ثناء باری فرمایا۔ یا ایھا الناس انھا معذرۃ الی اللہ و الیکم انی لم اتکم حتیٰ اتتنی کتبکم۔ لوگو یہ میرے خدا اور تمہاری طرف معذرت ہے۔ (میں عند اللہ عند الناس اور خود تمہارے نزدیک معذور ہوں) میں خود تو آیا نہیں تم ہی نے تو خطوط لکھ کر مجھے بلایا تھا۔ تمہارے مکاتبات و مراسلات سب میرے پاس موجود و محفوظ ہیں اور اس پر شاہد کہ تم نے لکھا تھا کہ ہم پر کسی امام کا سایہ نہیں۔ لیس علینا امام۔ اور یہ کہ آپ ادھر آیئے تاکہ خدا آپ کے واسطے سے ہم کو راہ حق و ہدایت پر جمع کرے۔ پس

اگر تم اپنے قول وسخن پر باقی ہو تو فہو المراد مجھے مطمئن کرو۔ مجھ سے معاہدۂ پیمان و میثاق کرو اور اگر کسی وجہ سے ناکارہ ہو گئے ہو اور رائے بدل دی تو خیر میں جہاں سے آیا ہوں پلٹ جاؤں۔ چشم ما روشن دل ما شاد سب دم سادھے ساکت دصامت سنتے رہے۔ حضرت نے موذن کو حکم اقامت دیا اور حر کی طرف پلٹ کر اس سے پوچھا یا بن یزید ان تصلی با صحابک وانا اصلی باصحابی فقال الحر ابل انت مصلی ونحن نصلی بصلوتک یا اباعبداللہ فقال الحجاج اقم فاقام وتقدم الحسین علیہ السلام نصلے بالعسکرین جمیعا۔ حضرت نے پوچھا آیا اپنے صحابہ کے ساتھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائے گا اور میں اپنے اصحاب کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھوں۔ اس نے کہا جی نہیں نماز تو ہم آپ ہی کے عقب میں پڑھیں گے حضرت نے حجاج کو حکم اقامت دیا۔ حضرت آگے بڑھے اور ہر دو لشکر نے مشعوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد نماز حضرت مع اصحاب داخل خیمہ ہوئے حر بھی اپنے خیمہ میں پلٹا اس کے بھی مخصوص اصحاب گرد جمع ہو گئے۔ باقی لشکر اپنے مصاف و محل پر پلٹا۔ ہر ایک اپنے مرکب کی عنان تھامے تھا۔ عصر تک لوگ یوں ہی گھوڑوں کے سایہ میں بیٹھے رہے تاکہ بعد فراغ نماز عصر فوراً چل پڑیں۔ حضرت نے امر فرمایا کہ کوچ کے لئے آمادہ رہیں۔ پھر اذان عصر ہوئی جو ہمارے ہی امام کے پیچھے فریقین نے پڑھی۔ بعد فراغت نماز امام نے مصلیوں کی طرف رخ کر کے پھر خطبہ پڑھا۔

حُر کی آنکھ اب کھلی

منزل شراف سے بڑھ کر مقام بیضا پر امام
عالی مقام کے اس خطبہ نے حر کی آنکھیں کھول دیں

اس خطبہ غرا بیضا نے حر کو سمجھا دیا کہ جناب اپنے مسلک سے ٹلیں گے نہیں۔ اس پر

مصر رہیں گے تاثیر سخن امام نے اسے ہوشیار اور چوکنا کر دیا۔ اور یہیں سے فکر ثانی دامنگیر ہوگئی یہ تو ایک دم سے ممکن نہ تھا کہ وہ قیادت لشکر سے دستبردار ہو کر امام کے ہم رکاب ہو جاتا لہٰذا اس کو اپنی جگہ یہ تدبیر سوجھی کہ امام کو ان کے اصرار سے بکمال دلسوزی روکے چنانچہ اردو بلی کہتے ہیں کہ شب و روز چلنے کے بعد حر کا لشکر پھر طالع ہوا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور ہی دور سے امام کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا تھا جب قریب امام آکر کہنے لگا اذکرک باﷲ یا اباعبداﷲ فی نفسک فانی اشہد لئن قاتلت لتقتلن ولئن قوتلت لتھلکن فما ادری یا اباعبداﷲ اپنے نفس عزیز ومحترم کے بارہ میں خدا کو یاد کیجئے میں ہویدا و آشکار دیکھ رہا ہوں کہ اگر آپ لڑے تو یہ ضرور باضرور لڑیں گے اور جنگ کی بھی تو آپ ضرور مارے جائیں گے۔ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں دیکھئے کیا خدا راضی ہوگا کہ آپ اپنے کو قتل وہلاکت کے سپرد کر دیں برائے خدا اپنی جان پر رحم کیجئے۔ حضرت نے فرمایا "افبالموت تخوفنی وہل یعدو بکم الخطب ان تقتلونی۔ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے زیادہ سے زیادہ تم لوگ مجھے قتل ہی تو کر سکتے ہو۔ اور کچھ (امام قتل کو اپنے مسلک کے بدلنے اور عزم کو فسخ کرنے سے سبک سمجھ رہے تھے) حضرت نے فرمایا کہ آیا تمہاری نظر میں یہ امر اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ مجھے مار ڈالو۔ ما ادری ما اقول لک میں نہیں سمجھتا کہ تیری باتوں کا کیا جواب دوں حر کا ضمیر شکست پر شکست کھا رہا ہے۔ وہ یہ کہ جس کا میں آپ کو پلٹ کے جواب نہیں دے سکتا سارے عرب میں صرف ایک آپ ہی کی ایسی ذات ہے کہ میں اپنی ذکر کے مؤاخذہ میں آپ کی ماں کا بغیر طہارت و احترام نام بھی نہیں لے سکتا وہ اپنے نہ لڑنے کا یقین اپنی عزماموریت وغیر ماذونیت سے دلا چکا یعنی اس ارادہ اور خیال سے وہ بالکل خالی الذہن ہے کوئی سروکار نہیں۔ وہ اپنی شکست کا اعتراف یہ کہہ کر کر چکا کہ نہ میرا کہنا ہو۔ نہ آپ کا درمیانی راہ یہ ہے کہ کوئی تیسری راہ اختیار کیجئے

بعد اتنی تکرار کے کہ لجام فرس ہٹا لے تھا حسینؑ کو ضد تھی کہ "واللہ لا تبعک اور مذہب نفسی" رجان جائے تو جائے تیرا کہنا نہ مانوں گا۔ اور حر کی ہٹ تھی کہ "واللہ لا افارقک او نذہب نفسی والنفس اصحابی" بخدا چھوڑوں گا نہیں چاہے میرا نفس مع نفوس اصحاب کام آجائے لابد ہے کہ آپ کو امیر عبداللہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ لیکن اس کو خوبصورتی سے بات بنانی پڑی۔ جس میں اسکی فاش شکست تھی۔ حسینؑ کی بات اور حسینؑ نے کہا کہ چھوڑ اپنے اصحاب کو نکل آ میدان میں مقابلہ ہو جائے اگر میں مقتول ہوا تو میرا سر ابن زیاد کے پاس جائے ہی گا اور اگر تو مقتول ہوا تو خلق خدا تیرے جھنجھٹ سے چھوٹ کر راحت و آرام پائے گی۔ حر نے یقین دلایا کہ میں آپ کا محارب نہیں۔ محاربت و مقاتلت سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں۔ اور فی الحال میرے علم میں اس کا کوئی سوال جو میرے لئے قابل غور ہو۔ جو کچھ کر رہا ہوں حفظ منصب کے لئے ڈیوٹی بجا رہا ہوں۔ اب جب اس نے دیکھا کہ امام اپنے مسلک سے سر مو تجاوز نہ فرمائیں گے اور شہادت کے عزم بالجزم سے مطلع فرما رہے ہیں اور قتل ہونے کو سبک سے سبک تر بتا رہے ہیں تو اسے اپنے عقیدہ کے بارے میں کھل جائے بغیر چارۂ کار نہ ہوا صاف صاف اپنے مسلک و مذاہب اور عقیدے کو پیش کر دینا مناسب معلوم ہوا کہنے لگا۔ حضرت سنیے انی واللہ کارہ ان یبتلینی اللہ بشیٔ من امرکم غیر انی اخذت بیعۃ القوم وخرجت الیک وانا اعلم انہ ما یوافی القیامۃ احد من ھذہ الامۃ الا وھو یرجو اشفاعۃ جدک وانی واللہ لخائف ان انا قاتلتک ان اخسر الدنیا والاخرہ ولکن اما انا یا اباعبداللہ فلست اقدر علی الرجوع الی الکوفۃ فی وقتی ھذا

قسم بخدا میں اس بات سے کارہ و نافر ہوں کہ معاذاللہ خدا میرا آپ کے کسی معاملہ میں کسی اقدام سے امتحان لے بات صرف اتنی ہے کہ میں اس قوم کے ہاتھ بکا ہوا

ہوں ان کی بیعت (جابرانہ) میں ہوں۔ اور آپ کی طرف بھیجا ہوا ہوں ورنہ یہ تو میرا علم الیقین اور عقیدہ ہے کہ قیامت میں ساری امت مسلمہ میں بھی کوئی تو آپ کے نانا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ کی شفاعت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ نہ بغیر شفاعت آنحضرتؐ راہ نجات حاصل کر سکتا ہے بخدا میں اس سے خائف ہوں کہ خدا نخواستہ آپ سے جنگ کر کے دنیا و آخرت دونوں کا گھاٹا اٹھاؤں۔ لیکن یا ابا عبداللہ آپ ہی فرمائیں کہ ہم کریں تو آخر کیا کریں ہم اس وقت بحالت موجودہ کو فہ پلٹ کر جائیں تو کیسے جائیں اور بے نیل ومرام ابن زیاد کو کیسے منہ دکھائیں اور کیا جواب دیں خیر آپ میرا کہنا نہیں مانتے تو آپ جائیے۔ ولکن خذ غیر الطریق فامض حیث الشئت کوئی راہ اختیار کیجئے اور جس طرح چاہیئے رفتار فرمائیے حر کنارہ کش ہو کر ایک جانب مع رفقاء روانہ ہوا اور امام حسین ۳۸ میل یا اس سے زائد راہ طے کر کے مع اصحاب دوسرے راستہ سے عذیب الہجاناتؔ پر پہنچے۔ ذی حسم سے عذیب ۳۸ میل ہے یہاں ایک تازہ واقعہ رونما ہوا اصحاب امام کیا دیکھتے ہیں کہ چار آدمی کوہ پیکر اونٹوں پر بیٹھے کوتل گھوڑے پیچھے ہیں گھسیٹتے چلے آرہے ہیں یہ ناصران امام تھے جو چھپتے چھپاتے غیر معروف راستے سے تلاش امام میں کاروان شہداء سے ملنے آرہے تھے گھوڑا نافع جملی کا تھا۔ اور خود خفیہ طور سے برفاقت ابو ثمامہ فدکر صلوٰۃ ظہر عاشورہ منزل ذی حسم سے پہلے کسی منزل پر مل چکے تھے۔ یہ قافلہ پوشیدہ استقبال کاروان امام کو چلا آرہا تھا۔ طرماح بن عدی ان ناصران امام کے دلیل راہ تھے (عمر بن خالد صیداوی مع اپنے غلام سعد اور بھی لوگ تھے) انہوں نے دور ہی سے حضرت کو سلام کیا حر تھوڑے ہی فاصلہ پر حضرت کی مراقبت کر رہا تھا کچھ جدا تو ہوا نہیں تھا۔ اس نے برمحل مزاحمت و مخالفت کی اور کہا یا تو یہ پلٹ جائیں یا میں مقید کر لوں یہ کچھ پہلے سے تو ساتھ تھے نہیں۔ فرمایا میں ان سے دفاع کروں گا اور ان کی محافظت یہ میرے اعوان و انصار ہیں تو خلاف معاہدہ قبل

جواب ابن زیاد ان سے تعرض کر سکتا۔ انما ھولاء اعوانی والفار ہی ھم اصحابی وھم بمنزلة من جاء معی۔ یہ میرے انہیں اصحاب و احباب کے مانند ہیں جو میرے ساتھ آ رہے ہیں۔ فکف عنھم الحر۔ بڑی رد و بدل کے بعد حر دست بردار ہوا دونوں لشکروں نے وہاں سے کوچ کیا۔ قصر بنی مقاتل میں پہنچ کر شب باش ہوئے آدھی رات گئے وہاں سے کوچ کیا۔ یہاں پھر ردوبدل ہوئی امام مدینہ پلٹنا چاہتے تھے۔ سخت زد خوزہ پیش آئی اسی حجت و تکرار میں سپیدی سحری طالع ہو گیا سا امام فریضۂ صبح کے لئے اتر پڑے اور بعد نماز بعجلت تمام پھر سوار ہو کر چل پڑے۔ پھر بائیں ہاتھ کو مڑے حر پھر حائل ہوا جس قدر وہ حضرت کو اصحاب سمیت کوفہ متوجہ کرنا چاہتا تھا اسی قدر یہ لوگ اس کے حکم سے سرتابی کرتے تھے اور آگے بڑھنا چاہتے تھے اسی طرح ادھر ادھر مڑتے مڑتے نینوا میں پہنچے۔ یہاں پر ایک سانڈنی سوار حر کے نام ابن زیاد کا پیام لایا کہ امام کو اسی جگہ اتارے۔ جہاں یہ خط پہنچے۔ فاذا راکب علی نجیب لہ وعلیہ السلاح متنکب قوما مقبل من الکوفہ ناگہاں ایک سوار نمودار ہوا۔ اسب عربی اس کے زیر ران تھا تمام اسلحوں سے مسلح کمان دوش پر ڈالے کوفہ کی سمت سے آرہا تھا۔ سب کی نظریں اٹھ گئیں اور اس کے انتظار میں رک گئے۔ جب وہ قریب پہنچا۔ "فسلم علی الحر ولم یسلم علی الحسین" وترک الحسین اس نے حر کو صرف سلام کیا حسین کو چھوڑ دیا قابل سلام نہ جانا۔ سوار نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا۔ لکھا تھا کہ فوراً کسی بیابان خشک بے آب وگیاہ میں حسین کو اتار لے۔ د ہوفی عیر حصن وعلی غیر ماء جہاں نہ کوئی پناہ گاہ ہو نہ چشمۂ آب۔ میرا قاصد تیرا ملازم رکاب رہ کر نفاذ احکام و تعمیل و امتثال پر حاضر و ناظر رہے گا اور مجھے خبر پہنچاتا رہے گا کہ تو نے کس حد تک تعمیل کی۔ "فلما قراء الحر الکتاب جب حر نے نامۂ ابن زیاد پڑھا تو لوگوں سے کہا کہ یہ مجھے حسین کے ساتھ بدسلوکی پر مامور کرتا ہے۔ لا واللہ

ما اطاوعنی نفسی ولا تجیبی الیٰ ذالک ابداً۔ بخدا میرا نفس اسے ہرگز ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ محمد اللہ واثنیٰ علیہ پس از حمد و ثنار باری فرمایا "ایہا الناس، اگر تم خدا ترس رہو اور حق شناس تو خدا تم سے زیادہ خوشنود ہوگا۔

ونحن اھل البیت اولیٰ بولایۃ ھذا الامر علیکم من ھولاء المدعین مالکن لہم والسایرین فیکم بالجور والعدوان وانکنتم کرھتمونا وجھلتم حقنا وکان رائکم غیر ما اتتنی کتبکم وقدمت بہ رسلکم انصرفت عنکم۔

فرمایا کہ سنو ہم اہلبیت محمدؐ اس امر خلافت کی ولایت کے لئے اولیٰ واحق وسزاوار تر ہیں۔ ان مدعیان ولایت خلافت سے جن کا انہیں کچھ حق نہ پہنچتا اور یہ تم میں جور وظلم و تعدی کے ساتھ رفتار کرتے اور گنہگار ہوتے ہیں تاہم اگر تم بوجہ اپنی جہالت کے ہمارے حق سے کارہ ہو اور اب رائے پلٹ گئی اور اپنے نامہ وپیام ومراسلات ومکاتیبات عہود ومواثیق سے جو بذریعہ سفراء وفود میرے پاس بھیجے تھے منحرف ہوگئے ہو تو خیر کچھ پرواہ نہیں۔ اب مجھے پلٹ جانے دو۔ حر نے کہا کیسے خطوط جن کا آپ بار بار ذکر کرتے ہیں اس نے بالکل انکار کیا اور کہا واللہ ماندری ما ھٰذہ الکتب التی تذکر۔ حضرت نے اپنے غلام عقبہ بن سمعان سے اشارہ کیا اس نے خورجین خطوط سے بھری ہوئی لاکر سامنے اونڈیل دی * فقال الحر فانا لسنا من ھولاء الذین کتبوا الیکم" حر نے کہا حضرت ہم انہیں لوگوں میں سے نہیں۔ جو ان مکاتبات کے مرسلین ہیں۔ میں تو مامور ہوں کہ جس وقت اور جہاں پر آپ ملیں آپ سے جدا نہ ہوں اور کوفہ نزد ابن زیاد پہنچا کے دم لوں" فقال الحسین الموت ادنیٰ من ذالک الیک ثم قال لا صحابہ ارکبوا فارکبوا۔" حر اگر یہی آرزو ہے تو بس سمجھ لے تیری موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے (تجھ سے بہت قریب ہے) حکم دیا دوستو۔ سوار ہو سب سوار ہوگئے۔ حضرت اہل حرم کی سواریوں کے منتظر رہے۔ پھر فرمایا۔ پلٹو دیکھیں کون

روکتا ہے۔ حر نے لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور سپاہ حر نے حائل ہو کر راہ روک لی
اُف کیا بیکسی اور کیسے سخت امتحان کا موقع تھا ایسے ہی مواقع پر ظرف امامت اور
اقدامات امامت کے مصالح اور احتیاطوں کو پرکھ سکتے۔ ایک طرف حر کا انجام پیش نظر ہے
جو امام حسین کو مروت میں ڈالے ہے ایسے خوش انجام جاں نثار سے فطرت عصمت کسی
جرأت اور گستاخی کی مکافات کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہے کہ حر پھر اپنا ہے وہ
لاعلمی و بے خبری میں ایسے مظاہرات کر رہا ہے یہاں علم امامت انجام پر حاضر و ناظر ہے
کوئی ایسا جواب اسکی گستاخیوں کا نہیں دیا جا سکتا۔ جس کا تذکرہ بچھڑے ہوئے رفیق کے
ملنے کے بعد کیا جائے۔ امام کے لئے پابندیاں ہیں لیکن دوسری طرف شان اور وقار اور
آن بان کا تقاضا ہے کہ اس کو اپنی ہیبت وجلالت قہاریت سے ان گستاخیوں کا کچھ تو مزہ
چکھایا جائے اور تنبیہ کی جائے۔ فقال ثکلتک امک ما ترید۔ تیری ماں تیرے سوگ میں
بیٹھے حر چاہتا کیا ہے۔ حر نے نہایت مودبانہ لہجہ میں عاجزانہ انداز میں عرض کی یا بن رسول اللہ
بخدا کوئی دوسرا عرب میری ماں کی شان میں ایسا کلمہ کہتا اور فاش طریقہ سے میری
ماں کا مجمع عام میں نام لیتا اور ذکر کرتا تو میں بھی چھوڑتا نہیں اسی طرح اسکو بھی جواب
دیتا اور اس کی ماں کو بھی اس کی عزا میں بٹھاتا اور سوگ نشیں کراتا۔ پھر یہ کہ وہ
علی مثل ہذا الحالۃ التی انت علیہا کوئی شخص جو آپ کی ایسی موجودہ گرفتاری کی حالت
میں ایسی بات کی کیا مجال رکھتا تھا۔ ان اقول کائنا ما کان جواب تو میں دے ڈالتا
پھر ہر چہ بادا باد دیکھا جاتا۔ مگر بخدا کیا مجال میری مجھے بحیثیت مسلم حق نہیں کہ بجز احترام
آپ کی مادر گرامی کا نام بھی لوں امام کا اس کی ڈھیل پر دل بھر آیا فقال ما ترید
فرمایا آخر کیا چاہتا ہے اس نے عرض کی " ماترید الانطلق بک الی عبیداللہ میں صرف
ابن زیاد تک آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں اور بس " فقال اذن لا اتبعک بخدا میں تیرا
کہنا ہرگز نہ مانوں گا۔ اس نے کہا " اذن لا ادعک واللہ بخدا اس صورت میں

میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں لکھا ہے اس باہمی حجت و تکرار کے وقت دونوں کے رخسارے سرخ تھے اور تین بار طرفین میں اسی کلمہ کی رد و بدل ہوئی۔ حر کو بھی ضد تھی کہ لا انفارقک حتی ادخلک علی ابن زیاد امام فرماتے تھے یہ خواب و خیال ہے حضرت نے حر کو تن تنہا مقاتلت و جنگ آزمائی کی دعوت دی اور اسی پر فیصلہ حر نے کہا صاف بات یہ ہے کہ میں مامور بجنگ اور ماذون بہ تیغ آزمائی و معرکہ آرائی تو ہوں نہیں۔ صرف اس پر مامور ہوں کہ آپ کو پاکر آپ سے جدا نہ ہوں اور کوفہ پہنچاؤں خیر اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو کم سے کم اتنا قبول کیجئے کہ کوفہ اور مدینہ کے ماسوا کوئی تیسری راہ اختیار کیجئے۔ تکون بینی و بینک نصفا۔ میرے اور آپ کے درمیان از روئے انصاف یہ درمیانی راستہ ہے نہ آپ ہی کا کہنا ہو نہ میرا میں ابن زیاد کو ماجرا لکھتا ہوں۔ مناسب ہو تو آپ بھی یزید کو لکھئے یا ابن زیاد کو سہی فلعل اللّٰہ ان یاتی بامر یرزقنی فیہ العافیۃ شاید خدا میرے لئے کوئی راہ عافیت پیدا کرے۔ آپ کی گرفتاری میں کاہے کو مبتلائے عذاب ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت نے بائیں جانب باگ موڑ دی جس راستہ پر آرہے تھے اسے چھوڑ دیا اور عذیب اور قادسیہ کی راہ لی۔ جو ایک بیابان ہے۔ پرخطر اور ٹیلے ہی ٹیلے نظر آتے ہیں جن پر آفتاب غروب کیا کرتا ہے اور بس کاروان حجاز حر کی حراست میں منزل بیضا پر پہنچا۔ یہاں پہنچ کر امام نے پھر خطبہ پڑھا جسے حر اور اس کے اصحاب نے سنا پس از حمد و ثنائے الٰہی ایک حدیث رسالت پناہی اور پیام مصطفوی کی ترجمانی کی فرمایا۔

ایہا الناس میرے نانا کا فرمان ہے کہ جس نے کسی ایسے سلطان جابر و جور پرور کو دیکھا جو حریم خدا و ناموس الٰہیہ و شعائر اسلامیہ کی ہتک و حرمت کرتا ہو عہد خدا کو توڑتا خلاف پیمبر راہ اختیار کرتا ہو اور بندگان خدا پر جور و تعدی کرتا ہو لیس باوصف ان امور کے مشاہدے کے اس سلطان قاہر کی قولاً فعلاً مخالفت نہ کرے تو خدا پر لازم

ہے کہ اسے اوندھے منہ جہنم میں جھونک دے ایہاالناس یہ ویسے ہی لوگ ہیں آن واحد کے لئے بھی طاعت شیطان سے جدا نہیں ہوتے اور طاعت رحمان کو ترک کرکے آشکارا فساد برپا کرتے حدود الٰہیہ کو معطل کرتے حقوق کو بس اپنے لئے مخصوص کرتے مسلمانوں کا مال کاٹتے حلال خدا کو حرام، حرام کو حلال بناتے شریعت اسلامیہ کو منقلب کرتے ہیں پس میں سب سے زیادہ اس امر کے لئے سزاوار ہوں کہ ایسے جو روپرور احکام کے تغیر میں کوشش کروں اور یقیناً میں اسے اپنی تکلیف اسلامی جانتا ہوں تمہارے خطوط مجھے ملے اور تم نے اپنے معتبر سفرا اور نمائندوں سے مجھے اپنی تابعداری کا یقین دلایا۔ دنیز یہ کہ حتماً جزماً مجھے چھوڑ و گے نہیں تم نے طلب ہدایت کی تم نے امام طلب کیا۔ مجھے قسمیں دیں بصورت عدم قبولیت دعوت تم نے ناتا سے شکایت کی دھمکی تھی۔ پس اگر تم اب تکمیل بیعت تتمیم عہد کرو تو ضرور تم نے اپنے رشد کو پالیا کیوں کہ میں ہوں حسینؑ ابن علیؑ فرزند فاطمہؑ بنت مصطفٰےؐ میری تمہاری جان میرے تمہارے عیال باہم ایک رہیں گے چاہیے کہ میری پیروی کرو ورنہ تم نے عہد شکنی کی اور یہ کوئی تازہ امر نہیں تمہاری غیر متوقع اور انوکھی حرکت نہیں تم تو یہ سلوک کئی بار میرے باپ بھائی اور ابھی حال ہی میں میرے ابن عم مسلم بن عقیل سے کر چکے کیا کچھ نہیں کر چکے ہو تم نے اپنے بخت کو گم کر دیا ہے پیمان شکن جان لے کہ اس نے اپنا آپ نقصان کیا جزماً وحتماً خدا مجھ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر حضرت حر کی حراست میں سوار ہوئے۔

لطیفہ

خواجہ اعثم کوفی اور خوارزمی نے لکھا ہے کہ حر کے ایک ساتھی نے قاصد ابن زیاد سے پوچھا تیری ماں تجھے روئے تو آخر کیوں آیا یہاں پر اس نے کہا۔ اطعت امامی

ووقعیت ہیئتی وجنت بہ سالت امری میں اپنے امام کی اطاعت وفاو بیعت اور ابلاغ رسالت کے لئے آیا۔ رفیق حُر (المکنی بہ ابو الشعثا) بولا لعمری لقد عصیت ربک و مالک و اھلکت نفسک واکتبت واللہ عارا ونارا مجھے اپنی جان کی قسم تو نے اپنے امام برحق اور خدائے برحق کا عصیان کیا اور اپنے کو ہلاک کیا۔ اور بخدا تو نے ننگ و شرم و نار جہنم کو اختیار کیا جس امام کی تو نے پیروی کی وہ کتنا منحوس امام ہے اور وہ کیسا برا تیرا امام ہے جس کے بارے میں خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ وجعلنا ہم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامت لاینصرون الغرض حر قاصد کو لئے حاضر خدمت امام ہوا اور کہا لیجئے یہ نوشتہ ابن زیاد ہے اور مجھے سختی کا امر ہے اور یہ مجھ پر ناظر ہے لہٰذا یہیں پر اترنا پڑے گا۔ فرمایا خیر ہم کو چھوڑ دے یہاں وہاں کہیں اتریں نینوا یا غاضریہ یا شفیہ میں اس نے کہا۔ لاواللہ لا استنع ذالک ھذا رجل قد بعث علی علینا یطالبنی و یواخذنی بذالک حر نے کہا بس زیادہ رعایت ناممکن ہے۔ یہ ابن زیاد کا آدمی ہے میرا ناظر ہے وہ میری ڈھیل کا مجھ سے مطالبہ اور مواخذہ کرے گا۔ بخدا میرے امکان میں کچھ نہیں ہے مجھ سے سخت بازپرس کی جائے گی۔ حضرت اپنے منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے ظاہری اسباب حفاظت و تدابیر برارت الزام ہلاکت کما حقہ ختم فرما چکے تھے حر کے اصرار پر زیادہ انکار کی وجہ نہ پائی۔ اتر پڑے۔ تذکرہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ آپ نے پوچھا "مایقال ھذا الارض فقالوا کربلا و یقال لہا نینوا قریۃ بہا فقال کرب و بلا" اس سرزمین کو کیا کہتے ہیں۔ کہا گیا کربلا و نیز نینوا اسی کا قریہ۔ امام حسینؑ نے چشم پرآب ہو کر فرمایا کرب و بلا کا مقام کہتے ہیں اسی کی خبر نانی ام سلمیٰؓ نے مدینہ سے روانگی کے وقت دی تھی اس واقعہ کو بیان کر کے مشت خاک اٹھا کر سونگھی اور فرمایا "ھذا واللہ ھی الارض التی اخبر جبریل بہا رسول اللہؐ وانی اقتل فیہا۔ بخدا اسی سرزمین کی خبر نانا کو روح الامین نے دی تھی

اور یہ میری قتل گاہ ہے ابدی خواب گاہ ہے ۲ محرم یوم پنجشنبہ ۶۱ھ کا دن تھا
ادھر پسر مصطفٰے اہل حرم سمیت اتر پڑا ادھر حر بھی ہزار سواروں کے رسالہ سمیت اتر
پڑا لکھا ہے کہ زہیر قین نے حر کے آنا نے کے بلیغ اصرار پر عرض کی۔

ذرنا یا ابن رسول اللہ نقاتل ھولاء القوم فان قتالنا ایاھم الساعۃ
اھون علینا من قتال من یاتینا معھم بعد ھذا فقال صدقت یا زھیر و
لکن ماکنت لابدءھم بالقتال حتی یبدءونی

یا ابن رسول اللہ اس قوم سے لڑ لیجئے دیکھئے یہ اس وقت تھوڑے ہیں
ان سے قتال آسان ہے پھر اس کے بعد جو ان سے آکر ملنے والے ہیں۔ ان سے مقابلہ
دشوار ہوگا۔ فرمایا کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر میں اور ابتدائے جنگ۔ تاوقتیکہ یہ
چھیڑ چھاڑ نہ کریں ان کے مشورہ سے حضرت ذات کے کنارے اترے فرمایا "اللھم
اعوذ بک من کرب دبلاء اد ہر تو حر نے ابن زیاد کو نزول اجلال سے مطلع
کیا اور سپاہ کا چارج جلد از جلد کسی دوسرے ہاتھ میں دیکر امام کی مزید مزاحمت
سے دست بردار ہونا چاہا ادھر جہان نے اپنے میزبانوں کو اپنے قدوم میمنت لزوم
سے مطلع کر دینا مناسب جانا۔

دعا الحسین بدواۃ وبیاض وکتب الی اشراف الکوفۃ ممن یظن
انہ علی رایہ۔

خوارزمی اور مناقب میں ہے کہ دوات اور کاغذ سپید طلب کر کے اپنے میزبانوں
کو مطلع کرنے کے لئے خط لکھا پہنچے یا نہ پہنچے جا سکے یا نہ جا سکے۔ لے جانے والا ملے یا نہ
ملے رسم ادا کرنی ہے پھر اپنے اصحاب اور ہمرازوں سے دو دو باتیں کر کے حرم سرا میں
سہمے ہوتے بال بچوں میں تشریف لے گئے اس کے بعد اصحاب کو خیمہ میں جمع کیا نہایت
حزن آمیز خطبہ پڑھا اور قضا و قدر الٰہی پر تادم مرگ قائم رہنے کا مصمم ارادہ ظاہر

فرمایا۔ ان کا عزم معلوم کیا اور آئندہ کے جملہ خطرات کو کھل کے بیان کر دیا سب نے وہ پسندیدہ امید افزا جواب دیئے۔ امام حسینؑ کو آخر شب ان کے اوفے ہونے پر لفظ صریح فرمانی پڑی ان دوستوں نے اپنے امام سے صاف صاف کہدیا تھا کہ ہم نہ تو اپنی رفاقت ومعیت پہ کارہ ہیں نہ پچھتاتے ہیں کہ کیوں ملے ہم تو گھر بار اہل وعیال سب چھوڑ کر اس لئے آئے ہیں کہ جان کی ضرورت ہو تو جان دیں اور ہم آپ کے سامنے لڑکے مرجائیں اور آپ کی رفاقت ونصرت میں شہادت حاصل کرنے کا آپ پہ بھی کچھ احسان نہیں دھرتے بلکہ خدا نے ہم پر اپنا یہ احسان کیا کہ آپ کا نامراد رجان نثار بنا کے آپ کے ہمراہ شہادت پر فائز کرا کے آپ کے نانا محمد مصطفےٰؐ کی شفاعت کا حق دار بنایا احسان تو آپ ہی کا ہے نہ کہ ہمارا ہم نے منزل شراف سے کربلا تک کے مسلسل حالات لکھ دیئے اور اختصار کے راستہ کے ذیلی واقعات کو جو حر سے غیر متعلق تھے۔ اور قلم انداز کئے جا سکتے تھے ترک کر دینا مناسب جانا حر کے خدمات کا خاتمہ اس وقت ہوا کہ جب اس کی اطلاع پر پسر سعد اپنی فوج جرار لے کر وارد کربلا ہوا پس حُرچار ج دیکر اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہوا۔ نزول کربلا سے لے کر صبح عاشورہ رجعت تک نہ معلوم کس دنیا میں تھا اور کس رنگ میں کن خیالات میں غرق تھا آیا ایام مہاونسہ بھر میں کسی وقت وہ کوئی پروگرام بنا چکا تھا موقع کا متلاشی تھا یا دفعتہً ابن سعد کے روکھے جواب پر اس کے دل میں چوٹ لگی کیا تو واقعی اس شخص سے لڑے گا ابن سعد بولا ای واللہ قتالاً شدیداً سر برسیں گے معلوم نہیں وہ کب سے نادم تھا یا یکا یک دم سے اس کا دل مقدر کی طرح پلٹا بہر حال آج کے بعد اب حر کو حسینؑ کے سامنے سر جھکائے دست بستہ دیکھیں گے یہ پوچھتے ہوئے کہ کیا مجھ ایسے گنہگار کی وسعت حضور کے دامن رحمت میں ہے کیا میرے ایسے خاطی وعاصی کی توبہ حضور کے علم میں قابل مغفرت ہے۔ فرمائیں گے کیوں نہیں۔

سبیل سکینہ ع
یونٹ نمبر ۹
حیدرآباد لطیف آباد

روز عاشورہ اور حرؑ

تفصیل اس رجعت کی یہ ہے کہ ترتیب لشکر کے بعد
ابن زیاد نے امام حسین سے جنگ کے اقدام کا حکم دیا

سبھوں نے تعمیل حکم کی " الا الحر فانہ عدل الیہ وقتل معہ بجز حرؑ کے جو سوئے امام چلا اور حضرت کے ساتھ شہید ہوا چلتے چلتے اس نے پسر سعد سے سوال کیا " اصلحک اللہ اَمقاتل انت ہذا الرجل خدا تجھے صلاح اندیشی کی توفیق دے کیا واقعی تو نے اس شخص سے جنگ کی ٹھان لی ہے اس نے کہا بخدا ایسی ویسی جنگ نہیں بلکہ قتال شدید سر بریں گے۔ ہاتھ قلم ہوں گے حر نے کہا کیا اس مظلوم کے پیش کردہ شرائط ایک دم سے ناقابل قبول ہیں عمر نے کہا امیر راضی نہیں کیا کروں اس روکھے جواب پر حر ہٹ جاتا ادھرے پلٹا اور مابین مردم ایک جگہ پشت فرس پر بیٹھا کچھ فکر میں پڑ گیا قرہ بن قیس ریاحی نے کچھ چھیڑ چھاڑ کی مگر حر کے انداز گفتگو سے سمجھ گیا کہ یہ مجھے سرکانا چاہتا ہے وہ ہٹ گیا اس کا بیان ہے کہ بخدا میں فوراً تاڑ گیا کہ حر کنارہ کشی چاہتا ہے۔ اور جنگ سے کنارہ ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ میں اس کے پس و پیش پر مطلع ہوں مبادا اس کے مطلب کو نشر کر دوں اور افسروں کو صورت حال سے مطلع کر دوں پس میں کنارہ ہو گیا۔ بخدا اگر حر مجھے اپنے ارادہ پر مطلع کر دیتا تو میں اس کا ضرور ساتھ دیتا اور ہمراہ چلا جاتا قرہ کے دفع ہونے کے بعد حر آہستہ آہستہ سوئے لشکر امام بڑھا مہاجر بن اوس ریاحی کا اقرار شجاعت حر اس نے حر کی یہ رفتار دیکھ کر کہا

پسر یہ باحی کیا ارادے ہیں حملہ کی تیاری ہے حر ساکت رہا مگر بدن کانپ رہا تھا خوف ورجا وجزر ومد کا عالم تھا۔ مہاجر بولا یہ کیا حالت ہے ایسا تو میں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا۔ مجھ سے اگر کوفہ کے شجاع ترین مردم کا نام پوچھا جاتا تو بے دھڑک کہتا حر میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں " قال انی واللہ اخیر نفسی بین الجنۃ والنار فواللہ لا اختار علی الجنۃ شیئاً ولو قطعت وحرقت' حر نے کہا بخدا میں اپنے لئے دوزخ وجنت کا فیصلہ کر رہا ہوں گویا مابین دوزخ وجنت کھڑا سوچ رہا ہوں کدھر جاؤں اِدھر یا اُدھر۔ خدا کی قسم بمقابلہ جنت کوئی شے اختیار نہیں کرسکتا چاہے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں۔ یا جلا ڈالا جاؤں "ثم ضرب فرسہ والحق بالحسینؑ" گھوڑے کو چابک ماری اور سپاہ حسینی کی طرف اڑا۔ " فلما دنی امنہم قلب ترسہ" قریب پہنچ کر سپر الٹ دی لوگوں نے کہا کہ یہ سوار کوئی بھی ہو مگر امان طلب ہے تعرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مقتل کے بعد اس تبصرہ کا کوئی موقع نہ رہے گا اس لئے اس کو یہیں پر ختم کر دینا چاہیئے۔

تبصرہ منجانب مضمون نگار

آپ شروع سے آخر تک اس کے کردار اور

طرزِ عمل کو دیکھ جائیے۔ ہر جگہ اس کو حفظ مراتب

کرتا ہوا پائیں گے یعنی یہ بات کھل جائے گی کہ وہ اپنی ڈیوٹی کا پابند ہے سخت گیر حاکم ہے منصب کے خلاف ایک انچ قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ اسی کے ساتھ عقیدہ کا کٹر ہے دنیا کی خاطر دین کو برباد کرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اس کے ہر اقدام امامت کے ساتھ اس کی ہر سخت گیری امام حسینؑ کے ساتھ اگر اسکی منصبی استواری کو ظاہر کر رہی ہے تو اس کا ہر جگہ باوجود کثرت سپاہ وقوت ظاہری دب جانا اور ٹکرانے سے بچنا اس

کے مذہبی عقیدے اور حسینی محبت ولوازم احترام کی چغلی کھا رہا تھا اس کا مذہب اور عقیدتی رجحان اس کی حسین سے محبت اور خیال احترام سے ہر جگہ دبا رہا تھا زیادہ سے زیادہ یہ کہ رجعت سے پہلے اس کی آنکھیں نہ کھلی تھیں حبُ وجاہ ومنصب حسین شناسی پر غالب تھی اور تاویلات رکیک و علیلہ سے اپنی سختیوں کے جواز پر علیل وسقیم دلیلیں قائم کر رہا تھا تو بہر حال وہ کچھ معصوم تو تھا نہیں ہم اس کی شیعیت کے حامی ہیں نہ اس کی عصمت کے قائل ہر شہید حبیب وسعید تو نہ تھا اگر وہ یہ سمجھ کر امام حسینؑ پر سختی کر رہا تھا کہ میرا منصب بھی نہ چھنے اور باقی مذہب بھی باقی رہے اور آخر قتل حسینؑ کچھ منہ کا نوالہ تو ہے نہیں۔ کچھ ایسا آسان کام نہیں زیادہ سے زیادہ انکے بڑے بھائی امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان والا معاملہ پیش آئے گا صلح تو بہر حال میں ہو ہی جائے گی۔ یہ اتنی سختی جو بہ تعمیل ابن زیاد برعایت منصب وامارۃ لشکر میں کر رہا ہوں۔ حضرت خود اس کے وجوہ کو محسوس فرما رہے ہوں گے اور جب ہی کوئی کوئی خاص مطالبہ ومواخذہ اس کا مجھ سے نہیں کرتے معمولی افہام وتفہیم سے کام لے رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میری منصبی ذمہ داری یہی ہے اور میں مامور ومعذور ہوں تو بہر حال فریقین کی مصالحت کے بعد میں حضرت سے ان اقدامات کی معافی مانگ لوں گا میرا عذر وہ ان کے کرم سے مان لیں گے۔ حر آخر وقت تک اسی شک میں رہا کہ جنگ نہ ہو گی معمولی چھیڑ چھاڑ ہو کر رہ جائے گی۔ چنانچہ رجعت کے عین محل پر اس نے عجب حسرت خیز لہجہ میں پسر سعد سے پوچھا کہ " اصلحک ادمقاتل انت ھذا الرجل " یعنی جس وقت عمر سعد نے تنظیم جیوش کے بعد اور حر کو تمیم وہمدان کا سردار بنانے کے بعد اور میمنہ پر حجاج میسرہ پر شمر سواروں پر عمرو بن قیس پیادوں پر شیث بن ربعی کو امیر بنانے اور رایت لشکر اپنے غلام درید کو دینے کے بعد اقدامات جنگ کا اشارہ کیا تو سبھوں نے امام حسینؑ سے جنگ میں اقدام کیا الا الحر۔ جز حُرّ ادھر تو سارے لشکر نے بہاؤ

حسینی کی طرف جنبش کی اور ادھر حر پسر سعد کے پاس آکر بولا خدا تجھے صلاحیت عطا کرے کیا
تو واقعی اس غریب سے لڑنے کی ٹھان چکا اس مردود نے روکھا جواب دیا کہ " ای و
اللہ قتالا ایسرہ ان تسقط الرؤس وتطیح الایدی ہاں بخدا ایسا ویسا قتال
سر گریں گے ہاتھ کٹیں گے حر نے مایوسانہ لہجے میں کہا ان کی پیش کردہ شرطوں میں
کوئی بھی قابل قبول نہیں عمر نے کہا کیا کروں بخدا میرے ہاتھ میں کام چھوڑ دیا جائے
تو میں ضرور ایسا کروں مگر تمہارا امیر جو راضی نہیں ہوتا۔ حر مایوس اور غضبناک ہو کر
ہونٹ چباتا ادھر سے پلٹا اور سمجھ گیا کہ میں نے بڑی بھاری چوٹ کھائی ہے تلافی کا موقع
ہاتھ سے جا رہا ہے تو حضور یہ جنگ اس کے نزدیک خلاف توقع تھی۔ بہر حال مقصود
یہ کہ اس نے حب جاہ وحفظ منصب میں زبردست ٹھوکر کھائی مگر اس کا سنی یا مخالف
آل رسولؐ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ واقعات اس کا ساتھ نہیں دیتے اور تلافی مافات تو
بس اس نے اپنا حصہ کر لیا۔ خلاصہ یہ کہ حر یہ سوچتا رہا کہ اگر میں اک دم سے اپنے ایمان اور
اعتقاد کو امام حسینؑ کے ساتھ ظاہر کر دوں اور اتباع ابن زیاد سے باہر ہو جاؤں
یا فرض کے ادا کرنے میں سستی کروں تو اسی وقت عہدہ ہاتھ سے جاتا ہے اور دوسرے
یہ کہ اگر بعد میں حسینؑ سے صلح ہو گئی اور اس نے ان سے بیعت لے کر چھوڑ دیا تو حضرت تو
مع الخیر اپنے رفقا سمیت اپنے وطن کو مراجعت فرمائیں گے مجھے کوفہ میں رہنا ہے بنی امیہ کی
حکومت کے زیر اثر زندگی بسر کرنا میرا منصب وغیرہ تو ایک طرف اس کا تو پھر خواب نہ
دیکھوں گا جان مال آل آبرو کا بچنا بھی تو محال ہو گا اور کوفہ اور اس کے ربیع کی ریاست
امارت تو خیر بڑی بات ہے وہ گیا اور پھر میں گیا اور قتل حسینؑ کوئی ایسی چیز نہیں
معاویہ سا شخص حسنؑ کو قتل نہ کر سکا اور کھلم کھلا شہید کرنے سے عاجز و قاصر رہا زہر
کا بہانہ ڈھونڈھنا پڑا وہ بھی انہیں کی گھر والی کو طمع دیکر اور اپنا خاندانی اثر ڈال کر تو
یزید تو پھر یزید ہے ابھی نوخیز ہے، وہ بھلا کیا تاب رکھتا ہے کہ بالجبر حسینؑ کو قتل یا اسیر

کر سکے تو قتل تو بہرحال نہوں گے لیکن میری تو ساری دنیا بدل جائے گی یہ تو اگر صلح ہو جائے تو میں کاہے کو اپنی موجودہ ریاست و امارت کو کھوؤں اور اتنے بڑے لشکر کی قیادت سے ہاتھ دھوؤں اور اتنے بڑے قبیلہ کی ریاست مفت میں کھوؤں اور جان و مال و آبرو کو خطرہ میں ڈالوں اور ہر چیز محبت حسینؑ پر قربان کر دوں یہ دھوکہ ضرور اس نے کھایا اور اس میں کوئی براہِ راست الزام قتل حسینؑ کا اس پر عائد نہیں ہوتا بہرحال وہ شیعہ تھا اور آبائی شیعہ تھا۔ اس کا خاندان شیعہ تھا اور ان بیوت سے تھا جو گھر تشیع کے واسطے کوفہ میں معروف و مشہور تھے۔ انہیں بیوت کے رجال میں سے تھا جن کی شیعیت اس دور قحط میں طشت از بام تھی اور یزید و ابن زیاد ان سے تعرض خلاف مصلحت جانتے اور احترام کو از جملہ لوازم حکومت بلکہ اپنی نوازش کا یقین دلاتے حکام وقت ہو کر سرآوردہ شیعیان حیدر کرار کی عیادت کو جاتے تھے لہٰذا یہ بھی توہم ہی توہم ہے کہ شیعہ ہوتا تو اتنی بڑی سپاہ کا افسر کیسا اور ربع کوفہ کی ریاست کیسی پھر اس زمانہ میں ایسی مثالیں اور بھی ہیں جن کی فنی و حربی صلاحیتوں نے بھی بہت کچھ باوجود شیعیت کے ابن زیاد وغیرہ کے قلوب پر سکہ بٹھایا ہو گا رکام کا آدمی چھوڑا نہیں جاتا تو وہ اعلانی شیعہ تھا اور کل کے کل آل یربوع شیعہ علیؑ ان کے حروب ثلاثہ میں ان کے انصار میں سے تھے جیسا کہ ابنِ ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے لیکن مشہور قائد اور صاحب ریاست عامہ کے لئے بوجہ ارتباط حکومت بغیر بے مروتی و سخت گیری حفظ ریاست و تمکن و قیادت میسر ممکن نہیں کہاں تک حکام مذہبی حمایت و رعایت کر سکتے ہیں حر اپنے مذہبی معتقدات کو ہر جگہ ظاہر اور واضح نہیں کر سکتا تھا اس سے اس کے عدم ایمان اور فقدانِ مودت القربیٰ و انحراف از حسینؑ پر اور اعوان الظالمین اور حزب الجائرین اور سنی ہونے پر اور بعد میں نادم ہو کر عقیدہ بدلنے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا عارف و ناقد بصیر اور محقق خبیر ایسی بات نہیں کہہ سکتا سید بن طاؤس علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یدہ علی راسہ سر ہاتھ سے پکڑے

تھا اور روتے ہوئے چلا آرہا تھا یعنی سر پہ ہاتھ دھر کے روتا اور پچھتاتا تھا اور کہتا
تھا۔ اللّٰھُمَّ الیکَ تبت قلب علی فقد ارعبت قلوب اولیائک واولاد بنت ،
نبیک الٰہی توبہ ہائے غضب توبہ توبہ میرے اللہ میری توبہ قبول کرلے ہائے میں نے
یہ کیا کیا کہ تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی اولاد کو مرعوب اور خائف و ترساں کیا۔
کیا اتنوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حرؑ کی اس فریاد استغاثہ پر متنبہ ہو کر خواب غفلت
سے چونکے۔ ہیں مگر وہ بہت کم وہ بھی آ رہے ہیں موقع کے منتظر ہیں یہ بہتر ۷۲ کی تعداد
انہیں کے آنے سے پوری ہو گی شاہ کم سپاہ کے ثلث نامر فوج اعدا میں تھے یعنی ۲۲ ،
۲۳ ، ورنہ ادھر کئی تھے۔ الحر حتی فلما دنی من الحسینؑ واصحابہ قلب ترسہ وسلم علیہم
پھر جب حسینؑ اور حسینیوں کے پاس پہونچا تو ڈھال الٹ دی اور سب کو سلام کیا طبری
میں ہے کہ لوگوں نے پہچانا ارے یہ تو حرؑ ہے حرؑ نے دور ہی سے سلام کرنا گویا پیام سلامتی
دینا شروع کیا گویا مفہوم سلام کو ادا کیا اور مفاد سلام کو بجا لایا کہ میں اور دئے بدخواہی
نہیں آرہا ہوں سلامتی خواہ ہوں یہی اسلام سنت الاسلام کا مفاد و مقصد و مفہوم ہے
بلکہ یہی معنی اسلام ہیں سلام یعنی باہمی سلامتی سے طرفین کے لئے ضمانت سلامتی یہ مطلب ادا
نہ ہو تو رسمی سلام ہے بے معنی ہے بلکہ بے ایمانی ہے اور غداری اور آداب و تسلیم و بندگی
کا تو کچھ مطلب نہیں۔ رشید لکھتے ہیں کہ حرؑ نے بعد اعتذار عرض کی۔

فاذا کنت اول من خرج علیک فاذن لی ان اکون اول قتیل بین یدیک
لعلی اکون ممن یصافح جدک محمدؐ غداً فی القیامۃ

حرؑ نے کہا فرزند رسولؐ جعلنی فداک اللہ یا ابن رسول اللہ انا صاحبک
الذی حبستک عن الرجوع وسایرتک فی الطریق وجعجعت بک فی ھذا
المکان واللہ الذی لا الہ الا ھو ما ظننت ان القوم یردون علیک ما
عرضت علیھم ابداً ولا یبلغون منک ھذہ المنزلۃ فقلت نفسی لا ابالی ان

اما نے القوم فی بعض امرھم ولا یظنون انی خرجت من طاعتھم واما ھم فسیقتلون من الحسینؑ ھذا الخصال التی یعرض علیھم واللہ انی لو ظننت انھم لایقبلونھا منک ما رکبتھا منک ۔

میں آپ سے قربان ۔ میں وہی تو ہوں جس نے حضور کی راہ روکی آپ کو گھیرا اور مرجعت سے مانع ہوا اور آپ کو کسی پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دیا اور سختی سے یہاں پر اتار کے چھوڑا ۔ اور یہاں بھی سخت گیر رکھا یا بن رسول اللہ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم اس کا تو مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ مردود آپ کی ہر بات اور شرط کو مسترد کردیں گے اور حضور ایسی ہستی اور شخصیت سے ایسی فاش بدسلوکی اور غداری . . . کریں گے اور یہ نوبت پہنچے گی ۔ اب حر اپنے اس وقت تک کے مسلک کو بے نقاب اور عریاں کر رہا ہے اس مصلحت کی مدت ختم ہو چکی ہے حُر کا مذہب عقیدہ اہل بیت اس کی شیعیت ، حسینیت کو اس کے ان جملوں سے معلوم کیجیے جس کو وہ بلاتقیہ اب اپنے امام سے بیان کر رہا ہے کہتا ہے میرے آقا آغاز امر میں میں نے یہ سوچا تھا کہ میں ان سے ملا جلا رہوں ان کے بعض اقدامات میں ان کی مطابقت کروں تاکہ یہ لوگ مجھ سے بدگمان نہ ہوں اس میں حرج کیا ہے ورنہ یہ لوگ سمجھیں گے کہ میں طاعت امیر سے باہر ہو گیا ہوں اور مجھے یہ گمان غالب تھا کہ یہ لوگ ضرور بالضرور آپ کی پیش کردہ شرائط کو قبول کریں گے اور معاذاللہ قتل کی جرأت کا تو مجھے قطعاً گمان اور تصور بھی نہ تھا ۔ جو میں یہ جانتا کہ رد کر دیں گے اور قتل کر دیں گے تو ہرگز ہرگز ان امور کا ارتکاب آپ کے ساتھ نہ کرتا وہ یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ مجھے خوف تھا کہ اگر فوج کی کمان میرے ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچ گئی تو مبادا خلاف شان بے حرمتی کا ظہور ہو اور کوئی ناروا اقدام کیا جائے جس سے حضور کا کوئی بدیاں میلا ہو اور اگر میں ڈھیل دیتا تو یقیناً یہ فوج جو حضور کے روکنے کے لئے بھیجی گئی تھی دوسرے کمانڈر کے کف کفایت میں سپرد

ہو جاتی جس سے حضور کے دشمنوں کو آسیب پہنچنے کا فوری گمان تھا پس میں نے بامصلحت سمجھا کہ اپنی سرداری کو حضور کی حفظ جان اور سلامتی کے لئے معرض خطر میں نہ ڈالوں اور حضور کو اپنی نگرانی اور حفاظت میں رکھوں تاکہ کوئی دشمن گزند پہنچانے پر قادر نہ ہو سکے اتنی طویل . . . تقریر کا حر کو موقع نہ تھا لیکن اس کے جامع ومانع الفاظ کی ترجمانی تو یہی ہو سکتی ہے۔ جس صورت سے میں نے کی اور میری یہ توجہ استدلال سے باہر اور طبیعی وکالت یا تکلف نہیں سمجھی جاسکتی۔ پھر کہتا ہے وانی قد جیئتک تائباً مما کان منی الیٰ ربی ومواسیاً لک بنفسی حتی امرت بین یدیک افتری ذالک توبۃ اب میں راہِ راست پر آیا ہوں آپ کے سامنے تائب ہو کر آپ کے روبرو جان دینا چاہتا ہوں کیا کوئی توبہ قبول ہونے کی سبیل آپ کے نزدیک ہے قال نعم یتوب اللہ علیک ویغفرلک فانزل ۔ فرمایا۔ ہاں ہاں کیوں نہیں خدا توبہ بھی قبول کرنے والا ہے۔ اور بخشنے والا بھی آخر تو کون ہے تیرا نام کیا ہے۔ عرض کی حرؔ آپ کا گنہگار تائب ہو کر آیا ہے۔ فرمایا واہ تیری ماں نے کیا خوب تیرا نام رکھا ہے" انت حر فی الدنیا والآخرۃ یہ راہ میں ماں کا نام لینے پر حر کے بگڑنے کا جواب ہے اور اس کے برا ماننے کی تلافی ملفات اب اس کی ماں کی اور خود اس کی مدح ہو رہی ہے اس دن ماں کو سوگ نشین کرایا تھا آج ماں کی فراست کی داد دی جا رہی ہے کہ ایسا حسب حال پھڑکتا ہوا نام رکھا جو اسلامیت کی دنیا اپنے میں پنہاں رکھے تھی۔ امام حسین نے فرمایا اچھا گھوڑے سے اترو حر نے کہا میرا سوار رہنا اترنے سے آپ کے لئے مفید تر ہے اور میرے لئے لازم تر یا ابن رسول اللہ جیسے میں نے اوّل اوّل آپ پر خروج کیا ویسے ہی مجھے شہید بھی اوّل ہونا چاہیئے تاکہ قیامت کے روز آپ کے نانا محمد مصطفیٰؐ سے مصافحہ کرنے والوں میں ہوں (آیا آنکھیں کھلیں شہادت اور نصرت کا اجر و ثواب اب یاد آیا۔

میں نے یہ ٹھان لی ہے کہ اسی گھوڑے پر سوار رہ کر آپ سے اذن لے کر اشقیان

امت سے جنگ و پیکار کروں گا اور پشت زین سے مر کے اتروں گا اس وقت جبکہ باگ فرس ہاتھ سے چھوٹ چکی ہو گی بنفیں ڈوب چکی ہوں گی تار نفس ٹوٹ چکا ہو گا امام نے فرمایا خیر بہتر ہے جو مناسب ہو اگر یہی رائے ہے تو بسم اللہ سید طاؤس فرماتے ہیں حر کا مقصود اولین کشتہ ہونے سے اب سے بعد ہے کیونکہ ایک جماعت اس کے آنے سے پہلے شہادت میں سبقت کر چکی ہے جیسا کروار دہے۔

حر اپنے لشکر اور اصحاب کے سامنے لطور ناصح مشفق " فاستقدمه امام اصحابه ثم قال ایها القوم الا تقبلون من حسین خصلة من هذه الخصال التی عرض علیکم فیعافیکم الله من حربه وقتاله۔ اپنے قدیم اور گمراہ ساتھیوں کی طرف بڑھا لشکر ابن سعد کی طرف فرس کو جولاں کیا تاکہ سپاہ کو الٹ پلٹ کے رکھ دے سامنے آکے پہلے مشفقانہ موعظت کی اے قوم مرد بنو کیا تم اس غریب کی چند پیش کردہ شرطوں میں سے کسی کو بھی نہیں قبول کر سکتے تاکہ عنداللہ تم اس سے جنگ کر کے مواخذہ وار نہ ہو اور خدا تم کو اس وبال سے عافیت بخشے سب نے کہا امیر ابن سعد سے جو کچھ کہنا ہے، کہو حر نے پسر سعد سے اپنی گفتگو کا اعادہ کیا اور مکرر تنبیہ کی

قال عمر حرصت ولو وجدت الی ذالک سبیلا فعلت۔ عمر بولا میں تو خود اس امر پر بے حد حریص اور مصر ہوں اگر کوئی راہ نکل آتی تو بالضرور ایسا کرتا پس حر نے اس گروہ اشرار سے خطاب کیا اور نمائندہ حق بن کر شکوہ انداز سے کہنے لگا کہ اے اہل کوفہ جو مائیں تم سے فرزندان ناہموار جنیں ان کا بانجھ رہنا بہتر اور سوگ نشیں ہو کر ان کا اشک عزا برسانا خوب تر دعوتم ابن رسول الله حتیٰ اذا اتکم اسلمتوه تم نے ابن رسول اللہ چشم و چراغ زہرا پروردہ بتول علیہ السلام کو دعوت دی ہے اور مہمان بلایا اور جب وہ آیا تو اس کو سہارا نہیں کرتے اور اس کو قتل کے سپرد کر دیا اسکو قتل کرنے کو گھیر لیا۔ اس پر راہیں بند کر دیں کسی دور دراز ملک میں بھی نکل نہیں جاتے دیتے

تاکہ اپنے اہل بیت سمیت کہیں پناہ لے " فاصبح فی ایدیکم کالاسیر لا یملک لنفسہ نفعاً ولا یدفع ضراً " آج تمہارے درمیان ایسی مصیبت خیز سحر کی ہے کہ تمہارے ہاتھوں میں اپنے کو اسیر و پابند دیکھ رہا ہے کسی نفع و دفع وضرر پہ قادر نہیں تم اس پر اور اس کے ننھے ننھے بچوں پر اور اس کی بیمار عورتوں اور اس کے جملہ اصحاب پہ بری طرح بندش آب کر رکھی ہے جس فرات سے یہود و نصاریٰ کتے، سور تک پانی پی رہے ہیں تم نے اس سے ان بچوں کو محروم کر رکھا ہے فہاھم قد صرعھم العطش بئسما خلفتم محمداً فی ذریتہ لا سقاکم اللہ یوم الظماء ان لم تتوبوا وتنزعوا عما انتم علیہ من یومکم ھذا فحملت علیہ رجال ترمیہ بالنبل فاقبل حتی وقف امام الحسین " حر کہتا ہے کہ اے قوم ، اشقیا دیکھو یہ مارے عطش کے شدت ضعف سے بیہوش پڑے ہیں تم نے بعد رسولؐ ان کی ذریت طاہرہ سے بڑا ہی برا سلوک کیا خدا تم کو محشر میں پیاس والے دن میں سیراب نہ کرے اگر تم توبہ نہ کرو اور اپنی بدکاری پر اڑے رہو حر کی اس لعن طعن پر بجائے سر بگریباں ہونے کے لشکر ابن سعد کے پیادوں کے کمانداروں نے تیر بارانی شروع کی اور اس پر حملہ کر دیا وہ بکمال متانت پلٹ کے پیش امام آ کھڑا ہو گیا یزید بن سفیان شقری (از بنی حرث بن تمیم) کہتا ہے۔ بخدا میں اگر حر کو سپاہِ شام سے سوئے حسینؑ جاتے وقت دیکھ لیتا تو اس کی پشت نیزہ سے چھید لیتا الغرض راوی کہتا ہے کہ غوغائے جنگ میں جبکہ لوگ فرس کو جولاں کر رہے تھے اور جدال و قتال سے ایک دوسرے کو کشتہ کر رہے تھے۔ حر بھی حملے پر حملے کرتا تھا اور صفوں کو توڑتا تھا اور رجز پڑھتا تھا۔

حُر کی شجاعت

دفعتاً حر کے گھوڑے نے اپنے کانوں اور ابروؤں پر سخت ضرب
کھائی اور فرس کے سینہ پر خون کی سیل جاری تھی حسین بن تمیم تمیمی
نے یزید بن سفیان ثغری نے کہا ھذا الحر الذی کنت تتمنٰی لو کھائی یہ وہی حر ہے
جس کی تم کو آرزو تھی اور جس کو تم چھیدنا چاہتے تھے اس نے کہا ہاں ہاں ٹھیک کہتے ہو
لو میں بڑھا یہ کہہ کر اس نے فرس کو چھیڑا اور حر کی طرف بڑھا کہا ھل لک یا حر فی
المبارزہ ۔ آیا رغبت مبارزت ہے قال نعم قد شئت ، حُر نے کہا فھو المراد، پھر اس
کے بعد روبرو ہوئے ۔ حصین کا بیان ہے کہ بخدا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی جان کے قبضہ میں
ہے ۔ گویا موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے ۔ میں نے اس کو تکتے تو دیکھا پھر مقتول ہی دیکھا
حر نے بیدرنگ اسے مار ڈالا ابو مخنف کا بیان ہے کہ ایوب بن مشرح خیوانی کہتا ہے
جال الحر علی فرسه فرمیته لبھم فحشا فرسه فما لبث اذا رعد الفرس واضطرب
وکبا فوثب عنه الحر کانه لیث والسیف فی یده وھو یقول (رجز) ان تعقروا بی
فانا ابن الحر اشجع من ذی لبد ہمزبر حر اپنے سمند ناز پر جولانی کر رہا تھا
میں نے پے کر دیا اور ایک تیر اسے ایسا مارا جو گھوڑے کے دل میں در آیا فوراً گھوڑے
نے صیحہ کیا اور لرز کر بیقرار ہو کر گرا پس حر قاش زین سے اچھل کے زمین پر کود پڑا اور
اپنے کو گر کر بے قابو نہیں ہونے دیا اور حر گویا اس وقت ایک شیر غضبناک تھا جو تلوار گھما
گھما کے رجز پڑھ رہا تھا رجز کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر مجھے گھوڑے سے اسے پے کر کے اتار

لیا تو کیا ہوا گھوڑے سے گرنا حسب نسب سے گرنا تو نہیں۔ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں۔ اے ہماری مردانگی کچھ زیر ران مرکب سے نہیں بلکہ بزرگوں کے خون سے ہے۔ جو میری رگوں میں ایمان کے ساتھ دوڑ رہا ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے تو حر کی طرح حرب و ضرب کرنے والا نہیں دیکھا۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ بعد شہادت حبیب حر پیادہ جنگ کر رہا تھا اور رجز پڑھ رہا تھا۔ (رجز) " الیت لا اقتل حتیٰ اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا اضربھم بالسیف ضربا مفصلا لا ناکلا عنہم ولا مھللا بغیر کشتوں کے پشتے لگائے ہرگز مقتول نہ ہوگا بجز سامنے اور کہیں اپنے کو صدمہ نہ پہنچنے دوں گا یعنی غلام کرار ہوں پشت نہ موڑوں گا شمشیر زنی کرتے کرتے بند بند جدا کر دوں گا ان مستوجب قتل مردم کو مارنے اور ان کا خون بہانے میں کچھ بھی جھجک یا بیم سے ہراس نہ کروں گا آپ جانتے ہیں یہ سب غصہ کا ہے کا ہے بات یہ ہے کہ حبیب کو مہلت نماز مانگنے کے سلسلہ میں جو مارا ہے تو یہ اسی کا سارا غصہ ہے۔ جوش ایمانی اور تعصب دینی احرر رجز پڑھتا ہے۔

آنی انا الحر وماذی الضیف   اضرب فی اعراضکم بالسیف۔

میں حر ہوں حر مہمانوں کا ملجا ماوا اور رسم مہمانی سے خوب واقف ہوں۔ جو میری ضرب شمشیر کھاتے کچھ باک نہیں۔ جو میری شمشیر سے اعراض اور اپنی محافظت کی کوشش کرے گا نوک شمشیر پر اسے تول لوں گا یہ حر کے اپنے ہیں۔ ان ظالم میزبانوں پر اور انکی غداری کا تذکرہ یہ کہہ کر کہ میں مہمان نواز ہوں رسم مہمان نوازی سے واقف ہوں تم مہمان کش ہو۔ غرض کہ اس طرح زہیر قین کی ہمراہی میں قتال کرتا رہا۔ ساعت بھر ایک دوسرے کی مدد کرتے اور مخمصے سے چھڑاتے رہے اور یہ دونوں شیر پیادہ لڑ رہے تھے آخر حر کو گھیر کے مار لیا گیا واضح ہو کہ حر پہلا شہید نہیں ہے۔ شہید اول مسلم بن عوسجہ ہیں حر آیا ضرور تھا اول وقت مگر وہ ظہر کے وقت تک برابر پکار میں

مصروف رہا اور آخر میں بعد شہادت حبیب زہیر قین کے ساتھ محاربت کی اور اسی سلسلہ میں شہادت پائی چونکہ امام حسینؑ نے صبح کے وقت وہ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا تھا کہ ویسی فصاحت و بلاغت اس سے پہلے اگر سنی گئی ہوگی تو پھر حمزہ یا علیؑ و حسن سے سنی گئی ہوگی۔ ورنہ سامعین تو انکار کرتے ہیں کہ ہم نے اس سے قبل کسی ایسے متکلم فصیح کو نہیں سنا۔ خیر اسی درد آمیز خطبہ سے متاثر ہو کے حر نے ادھر آنے کا فیصلہ کیا اور جب امام نے آواز استغاثہ بلند کی یہ منجملہ اور استغاثہ کے پہلا استغاثہ ہے اسی نے حر کے اس الٹے ہوئے دل کو جو خطبہ سنکر الٹا تھا اور الٹا دیا اور فوراً روانہ ہوا اور کھڑے کھڑے اذن جہاد بھی لیا اور بیٹے کو پہلے شہید کرا کے شکرانہ بھی ادا کیا پھر برابر شجاعت کے جوہر دکھاتا ہوا آخر میں قبل شہادت زہیر اور بعد شہادت حبیب شہید ہوا اس سے زیادہ کسی کو جوہر شجاعت دکھانے کا موقع نہیں ملا اتنی دیر کوئی میدان میں نہیں ٹھہرا رہا یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حر حضرت کو منزل بے آب و گیاہ میں اتارنے پر تعمیل حکم ابن زیاد پر مصر تھا۔ تو زہیر نے حر کے لشکر سے امام علیہ السلام کو ٹھہر جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اس وقت موجودہ مخالف لشکر سے مقابلہ آسان ہے پھر جو سپاہ آنے والی ہے اس سے تاب مقاومت نہ لاسکیں گے امامؑ نے فرمایا تھا یہ تو تم سچ کہتے ہو مگر ابتدائے جنگ میری طرف سے نہ ہونی چاہیئے اب انہیں اس وقت زہیر کی رفاقت میں حر کو جنگ کی نوبت آرہی ہے جنہوں نے حر کے خلاف مشورۂ جنگ امام حسینؑ کو دیا تھا۔ حسین کا ماتم یہاں عزیز حر کی لاش پر احمد جیسے ہی زمین پر گرا اصحاب حسین نے اس کی لاش زمین سے اٹھائی حسینؑ کے سامنے لا کر رکھ دی امام اس کے خاک و خون بھرے چہرے سے ہاتھ پھیر کر غبار چھڑانے لگے پھر جیب سے رومال نکال کر جسم حرؒ کا خون پونچھنے لگے۔ بالین سر فرما رہے تھے انت کما سمتک امک الحر فی الدنیا والآخرہ سعید فی الاخرۃ۔ اے حر تیری ماں نے تیرا نام رکھنے میں غلطی نہیں کی۔ خوب نام رکھا تو اسم با مسمیٰ حرؒ تھا تو ویسا ہی حر تھا۔ جیسا کہ تیری ماں نے تیرا

نام رکھا تھا تو دین و دنیا میں حر ہے تو آخرت میں سعید و نیک اختر ہے۔ حق مغفرت کرے۔ عجب آزاد مرد تھا "بگڑے بن جاتے ہیں جب فضل خدا ہوتا ہے۔ یہ مثل خاص حر کے لئے بنا بر حضرت بعض روایات حر میں رمق جان باقی تھی اور وہ کلمات امام سنتا ہوگا اور مسکراتا ہوا دم توڑتا ہوگا اور دل ہی دل میں امام کے خلق وکرم و مروت کی داد دے رہا ہوگا کہ باوجود زور ید اللہی میرے تحکم کو کیوں نظر انداز کر رہے تھے جواب اس نتیجہ سے واقف ہوا ہوگا کہ امام کیوں اس کی جرآتوں کو درگذر فرما رہے تھے امام حسینؑ علم امامت سے انجام حر سے واقف تھے کہ یہ ہمارا ہے اور ہمارے دشمنوں کا نہیں ہے مجھے علم امامت ہے اور یہ اس علم و آئندہ سے بے بہرہ ہے یہ ناواقفیت میں سب کچھ کر رہا ہے اور کر سکتا ہے۔ اس کے روکھے پن کا جواب روکھے پن سے باوصف نظر انجام رکھنے کے نہیں دے سکتا یہ میرا مہمان تو ہوگا اس وقت جبکہ میں ایک جام آب سے بھی ضیافت پر قادر نہ ہوں گا خلق، امامت ایک دم سے اس انجام سے چشم پوشی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے اپنے مہمان کی بے مروتی کا جواب بے مروتی سے کیسے دے سکتا تھا حر اپنے انجام سے واقف نہ تھا اس لئے وہ روکھا پن امام حسینؑ سے برت سکتا تھا جیسا کہ برتا لاعلمی میں۔

حُر کا ماتم اور مرثیہ

سعید بن عبداللہ لا تنسیہ ولا الحراذ واسٰی زہیراً
علی قتل سعید حنفی اور حر کو بھول نہ جائے گا جبکہ انہوں نے

خستگی میں زہیر قین سے مواسات کی اور ہر طرح کی امداد حر اور زہیر دونوں ایک دوسرے کی پشتبانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جب ان میں سے ایک لجہ حرب میں غوطہ کھاتا تھا تو دوسرا فتحیاب کمک کو پہونچتا تھا اور اس کو دشمن کی گیرودار سے خلاصی دلاتا تھا اس طرح امام فرماتے ہیں نعم الحر حر بن ریاح وصبور عند مختلف الرماح کیا کہتے ہیں حُسینی کے صابر و شکیب

تھا نیزوں کے چلنے کے وقت روشن شود ہزار چراغ از فتیلہ ؑ والنعم الحر اذ فادی الحسینا فجاد بنفسہ عند الصباح والکفاح زہے نصیب حُر کہ اس نے اس وقت حسینؑ پر جان نثار کی اور اپنے کو فدیہ حسینؑ بنایا جبکہ جنگ جریوں کی صداؤں سے مبارز طلبوں کے صیحوں سے فضا میں ہنگامہ و غلغلہ عظیم برپا تھا تہائے شرف کی دعا فرماتے ہیں فیا رب اضفہ فی جنان فروحہ مع الحور الملاح پروردگارا ہم تو کچھ اس وقت حر کی مہمانی کر دیکے اتنی فرصت نہ تھی نہ کچھ سامان ضیافت تھا۔ لیکن رزاق مطلق تو ہمارے مہمان کو جنت میں (مہمان فاطمہؑ کرا دے) اسے اپنے جوار رحمت میں حوران ملیح سے ہم آغوش کر آخری شرف قائمیات ہیں آپ پر سلام وارد ہوا ہے۔

السلام علی حر بن یزید الریاحی